



LIBRARY
Sulphur Springs, Texas (Hindi)

مکتبہ شاہ جہاں آباد
ہاں

۸۹۱۲۳۱
غ ۱۱
۲۱۹۰

نعداد اشاعت	ایک هزار
پہلی بار	فروری سنہ ۱۹۵۸ء
قیمت	دس روپے
چید پریس - دہلی	



غزلیات

فکش فریادی ہے کس کی شوقی خمیہ پر کا
 کاغذی ہے پیسہ من ہر یک پر تصویر کا
 کاو کاو سخت جائیداد تنہائی نہ پر ہے
 صبح کرنا شام کا لانا ہے جو ہے شیر کا
 جھڈ ہے شمشیر شوق دیکھا چاہے
 بیت شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
 آگہی نام شمعیں ہیں نقد چاہے بچھائے
 تمام صفت ہے اپنے عالم فکر کا
 بسکٹن خواب سیری میں آتش زہر کا
 شوبہ آتش دیدہ ہے علقہ ہری زہر کا



بڑی ترس اور کئی دن کیا ہر دوسے کار
 ہر شعلے نے عشق سو بیکار کیا و دست
 تھا غلاب میں خیال کو تجھ سے نہ ملے
 ایسا ہر کتب لم دل میں ہر روز
 دھانپا کھن نے داغ عیوب پہنچلی
 تجھے ہر روز کا کہن اسد
 کہتے ہر دیکھے ہم دل گر چا پیا
 عشق سے طبع نے زاریت کھنچا پیا
 وہ سدا روشن ہے اقلد دل محرم
 سادگی و بزرگاری نے دیکھ کر شہساری
 غنیمت چرک کہنے آج ہم نے اپنا دل
 عالی دل نہیں محرم لیکن ہر قدر کھن
 شور و نہاں نے زخم پر نگاہ چوکا
 دل مرا سوزناں سے ہے لایا جلی گیا
 دل میں فراق کیل دیار پر نگاہ پائی نہیں
 جس دم سے کھن پر ہے ہر دم تعلق دارا
 عرض کیجئے ہر ہر رشتہ کی گری کھن
 دل نہیں لکھو دیکھا نامہ نہ دھانوں کی جہد
 نہیں ہیں ہر انسان کی کہن و غلاب کدل

محترم اگر ہر کھن چشم منور تھا
 کلام ہر ہر کار کا سرماہ دور تھا
 جب آگے کل کھن نہ نریاں تھا دور تھا
 لیکن جی کہ دست لگیا اور دور تھا
 نہیں دور ہر پاس میں غلاب دور تھا
 سرشت منسار رنوم و قیود تھا
 دل کھن کہ گم کیجئے ہم نے تھا پیا
 درد کی دوا پائی درد ہے دوا پیا
 آہ ہے اثر کھن کار نامہ سنا پیا
 عشق کو تعلق میں جرات کھن پیا
 غنیمت کیا لکھو کھن گم کیا ہوا پیا
 ہم نے بار بار تھکا تھکا نے بار پیا
 آپ سے کھن پر چھٹے کیا لکھ پیا
 آتش خورشید کے ہنسنے گرا جلی گیا
 آگ جس لکھ میں گری دس کہہ تھا جلی گیا
 میری تو آتشیں سے ہائی متعلق گیا
 کہ لیاں کیا تھا دشت کا کہ صحرایں گیا
 دس چھا کھن کا کہن کیا کارزار جلی گیا
 دیکھ کر خسرو چاکبانی کیا گیا

فردوس گمشده



شوق ہر رنگ و رقب سرو سداں کا
 زلم نہاد وندی آنگی دل کی دایب
 بڑے گل نازول خود پہلوا وصل
 ملی صوبت خود تھا مائے لذت درد
 ہے تو آروز فنا بہت و شوریدہ
 دل میں پھر گریہ کے شور اٹھایا عذاب
 دلی میں رنگا جو زبانی خود تھا
 تھا از رنگ میں گل کا کھلکا کھلا ہوا
 ثابت اسما سے دعا کروا تھا میں
 دل تاجگر کو مایہ پائے میں چاہ
 جاتی ہے کوئی کھٹکھٹ اندھ عشق کی
 اہباب چند سازنی دشت نہ کوئی
 وصال چکانی اس وقت جس کی ہے
 دہر جس شبنم و ظاہر شبنم نہ ہوا
 ہنر و ظاہر سے ترا کا گل سرکش ہوا
 میں نے چاہا تھا کہ اندھ و ظاہر سے چھوٹوں
 دل گر گاہ خیال سے سازنی میں
 ہوں نہ سے صد تک نہ پوی بھی کہیں
 کس سے دلی شست کی تلاوت کیجیے

قیاس نہیں کہو کہ سحر ہی نورانی کا
 تیر ہی میں سحر سے پرتشانی کا
 جو تری زخم سے جگہ سو پریشانی کا
 کام یاروں کا خود لب و دلی کا
 سخت مشکل ہے کہ کہیں کی اس کا
 آج قلمو : لکھا تھا سو طوفان کا
 عشق خیر بہت ہے ہمارا دعا
 کرنے سے پیشتر ہی ہو گئے خدا
 ہم کو دل میں ابھی خود خود تھا
 اس دیکھنے میں ہوا گل آنکے کہ تھا
 دلی میں گر گیا تو زری دل کا دعا
 زخم میں ہی خیال دیا میں خود تھا
 حق غلط کرے جب آزاد ہو تھا
 ہے یہ وہ جگہ کہ غرضت میں نہ تھا
 یہ ناز و ملی حریف دوم الہی نہ تھا
 وہ مگر مرے مرنے پہ ہی دہائی نہ تھا
 اگر نہس چاہا سے ستر آفتابی نہ تھا
 گوش بہت کہیں لکھا گلاب قلم نہ تھا
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو دلی نہ تھا

مرگیا سو نہایت خوشی لہجے غالب
ستائیں گے زہد میں تھری بیانیوں کا
بیاں کیا کیجیو بیاں کا دشمنائے عداوت کا
فانی طوطے قافل میں بیخ سیرے تیں کہ
دلکاش گاتھاوی اگر خوش زمانے نے
کیا آئینہ خانے کا قلعہ تیرے جلو نے
سری تیریں خمر ہے کج صورت خرابی کی
اگا ہے مگر میں ہر ہر ہر دورانی تماشا کر
خوشی میں نہی خوشی گشت مگسراں تیری
خود گیسرے خوشی نہیں پایاں رہا ہے
جلو میں کہ ان آپ سوتے ہیں کیں ہند
خیریں سلیم کس کس کا کہ پانی ہر جا چکا
نظر میں ہے پاری جاوہ رام فنا غالب
میرم نہیں ہے تیری لڑکائے ہار کا
نگہ شکستہ ہے بچ بھار نکلا ہے
نور سوئے غیر نظر اسے تیر تیر
عزف ہے ضیاء میں میرا و گردن میں
میں بدکھول ہاں سے چلتے کھیل ہے
کارن کارن کرے ہے تنگنا کہ ہے ہزار

ہمارے دل سے جس وقت وہ چمک اٹھا
 اور ایک گھوڑے پر چڑھ کر کھینچ لیا
 کہ ہر ایک تھوڑا سا دانہ ہے سوچ سوں کا
 کیا ہوا ہے اس پر ہر ایک شہیدستان کا
 مزار و بزمِ اولیٰ ایک قسم ہے سوزِ حق کا
 کہ ہے جوں پر ہوا شہیدِ عالمِ جنت کا
 روئے برقِ ناز کا ہے خونِ گرم و جنت کا
 دریا بہ گھوڑے کی گھاس کے پیڑے سوں کا
 چرخِ شہرِ جہنم کی ہے زبیں گھرِ فریب کا
 دلِ انسو و گراں جو ہے جنت کے نذر کا
 سب کیا خواب میں اگر سہرا ہے چہاں کا
 قیامت ہے سرکشِ کفر و ناجیِ مصلیٰ کا
 کہ کھینچو نہ ہے عالم کے ہر ایک پریشاں کا
 ہاں و نہاں چاہے یہ ہو ہے ہر ایک کا
 یہ وقت ہے گفتگو گھاس کے ہر ایک کا
 نہیں اور کہ تری عزت اسے ہر ایک کا
 حق میں ایک ہی غلیں ناگوار کا
 ہر گوشہ بداد ہے سہرہ شیش باز کا
 ناخنِ پستہ میں اس گرو غم باز کا

تاجان کا کاشی لمی جیسے تھا
 بزم قیامت میں اشعار کا دفتر کھلا
 شب بونی پر اتر چمکشتہ کا شعر کھلا
 گرچہ میں وہاں نہیں ہوا تھکلا
 کہ کھنڈش کی دھڑک دھڑکاش کا جھل
 ہے خیالی شبنم میں شبنم گل کا سا خیال
 منہ لگنے پر ہے وہ عالم کو دیکھا ہی نہیں
 وہ پار چلے گا کہ وہ کہے کیسا پھر کیا
 کہیں نہ ہو یہی ہے شب فہم سے ہاتھ نڈول
 کیا رہن رازت میں لاش بے وجودت کا چال
 انکی آشتی میں لاشیں میرے رہی کہیں کام چل
 شب کو رہی سوز دل سخن پر اب تھا
 دل کرم کو طر بارش تھا صلی گیر غلام
 وہ خود آواز کو تھا سوتی پردے کا خیال
 بدلا گل کے کیا تھا اور چرخ آپ فر
 ہاں میرا شور و مکاری سے تھا دور غم
 بارش کتا تھا کاشی شمع بزم چوری
 فرش سے تاشو شمع غاں تھا ہی رنگ کا
 بلکہ اس رنگ سے کوئی شمع نے لگا

چونکہ تھا نیست گزرا ہے راز کا
 نیکو بار سب یہ اور کچھ نہ گستاخ کھلا
 اس گفت سے کہ گرا انگڑے کا اور کھلا
 آستین میں بکشتہ بناس باقر میں بکشتہ کھلا
 پردہ کیا کم ہے کہ کٹے سے وہ پردہ ہی کھلا
 کھلے کا رنگ اور ہے یہی گہر کے اور کھلا
 زانو سے بڑھ کر تاج بے شمع کے اندر کھلا
 چٹو عرصے میں مرا پانا ہوا بکشتہ کھلا
 آن شعری کو رہے گا وہی آستہ کھلا
 ہر دہا ہے دہن سے تار ہر اکثر کھلا
 وہ سٹے میں شمع کے غالب گنہ گار کھلا
 شمع جلا ہر گھسٹ گلاب تھا
 گرہ سواں پڑا باغ کب سدا ب تھا
 ہاں بزم رنگ میں تا رنگ اب تھا
 ہاں وہ درخشاں شمع سے صلی تاب تھا
 وہ وہ فرق تازہم بکشتہ گلاب تھا
 بدلا گل ہاں بس بکشتہ گلاب تھا
 ہاں نہیں سے آواز تک ہنسی گلاب تھا
 دل کوئی کا شریں سے صلی گلاب تھا

تاروں میں غیب اندازِ آریاب تھا
 نظریہ یہ ہے کہ کیا کائنات کا بگڑے
 ہر شے نام خاکِ شریف کی کہیں
 بلکہ نہ کی پہنچے ہونی کا واسطے نہ ہی
 ان کی کہیں پہنچیں چٹا سیر کی جگہ
 یاد کرو وہی کہ ہر جگہ حق ہے عام کا
 میں نے سکا راتِ غالب کو گرنے لگتے
 ایک ایک غلو کا بکھڑا چہرہ
 سہریں ہیں میرا ایک شہرِ قدو
 گلشنِ بریں میں گنجینہ بیکش
 نوحِ صوبہ دشتِ مفاکات پہ چل
 کہ جاتے تھے بھی غمِ عشق کو زہاب
 بسکہ خود ہے ہر کام کا کشتی بھا
 گر چاہے ہے نالی چھوٹے کشتی کی
 دے دیا گئی شوق کہ ہووے جیسے کہ
 بدوہ از بیک تھا خاصے کو کرتا ہے
 مشرتہ نقل کہ اہلِ تناسل پہ بوج
 نے گئے خاک میں پہنچے تھا سے نکاح
 مشرتہ پانہ دل درخسب ہوتا تھا

تھا پہلو پر دم اہلِ بفر کو بے تاب تھا
 غلاماں گھر سازِ صدا سے اب تھا
 پہلو سے تو دشتِ وقت بہتر خواب تھا
 خداوند کو کئی روز شہیدِ آریاب تھا
 کل تک تیرا دل صوفی کا آریاب تھا
 انکارِ حیدر ہی ایک دنیا ہے خواب تھا
 تیس کے کل گریز کی گدگد بید تھا
 غریب بگڑو سے بڑا گن پار تھا
 تو را جو تو نے تائید کیا تھا
 جاں دانا ہوا سے سر بگڑا تھا
 ہر وقتہ مثلِ حیرت تھا کیا تھا
 دیکھا تو کہ پرے پہنچ گیا تھا
 آئی کہ اہلِ نہیں نہیں تھا
 صد و دہست ہے بیاں ہوا
 آپ جانا انور اور آپ ہی جی ہوا
 ہر روز تیری چاہے ہے ہوگا ہوا
 یہ نظارہ ہے شہرِ کامراں ہوا
 تو ہووے آپ جہد رنگ گشتیں ہوا
 لذتِ کوشش بگر فرقِ مسکداں ہوا

گریختن کے کہش نے چاہے تو
 نہ تشریں جا کر کپڑے کی گت قاب
 شب غریبوں مافی آخر روزان تھا
 یکھم و سنگ دریں دگر کھنکھ
 دلی وشت فریں اسے دلی کس ہے
 پھرت ہوئی تار و پشتا نے سن
 اکول نے ایہ کہانی گت دل وید
 دست کلاں میں ہی سی فریٹنگ کیا
 بے نیازان سے گری چند پر گنگ
 خدمت کائنات میں وہ دل فریاد
 قریب میں ہی گریٹے شہاد و شری
 گریا ہی نے ہم کو گریٹے پندری
 قانداران میں ہی دگر سے کھنکھ
 چاہیں میں ہی کلاں فریٹ گت
 یہ نہ کسی چاہی گت کہ وہ ملل پار ہوتا
 تیرے سے ہی گت کہ تو رہی گت ہوتا
 تری گت سے چاہا کہ بھلا تھا خود ہوتا
 کوئی میرے دل سے کھنکھتے ہی گت
 ہا کس کی دلی ہے کہ بے ہی دلی گت

اسے اس نہ کہ پشیمان کلاں میں ہوتا
 ہر کی گت میں ہی ہا شیں کلاں میں ہوتا
 ۳۴ ہر ہر گت کا گت ہوتا
 چاہیں میں ہی گت کا گت ہوتا
 قانداران میں ہی گت ہوتا
 دست کلاں میں ہی گت ہوتا
 ہا کلاں میں ہی گت ہوتا
 گت کے گت ہا گت ہا گت ہوتا
 ہم کھنکھ ملل دل ہا گت ہوتا
 کوئی گت کہ تو گت ہا گت ہوتا
 خدمت کلاں میں ہی گت ہوتا
 پندری گت کے گت ہوتا
 ہی گت ہا گت ہوتا
 ہم نے ہا گت میں ہی گت ہوتا
 ہا گت ہا گت ہوتا
 گت ہا گت ہوتا
 گت ہا گت ہوتا
 گت ہا گت ہوتا
 گت ہا گت ہوتا

رنگ رنگ سے چمکاؤ، لہو کو پھر دھوتا
 فرما کر چہ جائے گل ہے پکنک بھی کہ دل ہے
 کوئی کس سے تکی کیا کیا ہے ٹیپا ہی ہے
 جو نے سر کے ہم جو دہرا کہے کیوں فرق ہوا
 اُسے کون دیکھ سکا کہ گناہ ہے ۱۱ کیا
 یہ سائل تھوٹا، یہ قراریاں غالب
 ہوس کو ہے مٹا دیا کیا کیا
 قابل کا پیشگی سے خدا کیا
 فداش اسے دجا دیکھتا ہوں
 گلاہ بے سما چاہتا نہیں
 فروغ شعلہ خنس یک نفس ہے
 خنس نہج خیل بے غروی ہے
 دماغ مضر و مہاجن نہیں ہے
 دل ہر قلمو ہے سباز ہر کلمہ
 کا کیا ہے جلی خنس ہوا جو کلمہ
 خن اسے غارت کر خنس مٹا خن
 کیا کس نے بکرواری کا دھوئے
 یہ قاتل و مصلحہ صبر زنا کیوں
 دے نہ پاس ہے غالب کس کی گہرات



پہن کا میلہ: اےٹ پیری ٹیمنز کا

وہ غور و فکر غضب و جب کوئی ہمسایہ تھا
 بنگلہ میں بھی وہ فساد و فحش میں کرم
 سب کا جنم ہے وہی تیری بیکشتی کا
 کہ خشن نام شش ہر نامی کیشم تو ہاں
 سید کا علاج ہے وہ تاکو لب تک نہ کیا
 نام کا میرے ہے جو دیکھ کر کہیں کہ نہ
 برہنہ تو ہے دم نہ کر نہ چنگ غناب
 قلعہ میں ہر دنگانی نہ ہے نہ فریگی
 قلعہ خیر گم کہ غالب کے اندر لگے ہر نہ
 چاند گم کہ غم ہے شرم و دل کا
 دہر شمع کا شاد و مست نہ سوا بر فانی کا
 نگاہ صحن سے طوطہ پیش کہ ہر سوا
 نہ دار امان کہ ہے ہم فانی میری گاہ
 تنہا سے لڑاں کہ پاس ہے نہانی ہے
 تو کی کہ ہے ہر نامی میں گم گل ہے
 دانی ہر وقت و جاہ و جز خیر و سوائی
 نہ ہے نہ کہ تامل غالب تھر کر ہے
 کہ نہ اند و شب فرقت میں ہو جائیگا
 نہ ہو گریہ ایسی شام میری نہ ہے آب

پھر غم کیا ہے کہ ہم سا کوئی نہ تھا
 اُسٹے چمڑے توں دیکھ کر وہ نہ تھا
 وہ ہر کوئی نہ تھا آئینہ نہ تھا
 تیرا میرتا رہا کیا ہے گر اچھا نہ تھا
 خاک کا شوق ہے وہ غم و گریہ نہ تھا
 کام میں میرے ہے جو غم کہ نہ تھا
 غم کا غم نہ تھا ہر نامی کا چمڑا نہ تھا
 کھیل لڑائی کا ہر مودہ پیوستہ نہ تھا
 دیکھتے ہمیں گئے تھے نہ تھا نہ تھا
 ہر نامی کا ہر نامی کا ہر نامی کا
 ہر نامی کا ہر نامی کا ہر نامی کا
 چمڑے کا شاد و مست نہ سوا بر فانی کا
 نگاہ صحن سے طوطہ پیش کہ ہر سوا
 نہ دار امان کہ ہے ہم فانی میری گاہ
 تنہا سے لڑاں کہ پاس ہے نہانی ہے
 تو کی کہ ہے ہر نامی میں گم گل ہے
 دانی ہر وقت و جاہ و جز خیر و سوائی
 نہ ہے نہ کہ تامل غالب تھر کر ہے
 کہ نہ اند و شب فرقت میں ہو جائیگا
 نہ ہو گریہ ایسی شام میری نہ ہے آب

لے تو اہل حق سے نہیں کہہ پاؤں کاہر سرگر
 اہل کو ہم سونہ دھاکے تھے کیا سونہ تھا
 سچے دل میں ہے جگہ تیری برتر راہی ہوا
 کہ نگاہ گرم فرمائی رہی تسلیم ضبط
 باغ میں جگہ نہ لے جاوے دیر سے حال پر
 دوسے گر میرا تھا اخصاف عشق میں رہو
 قائم کیا سوچ کفر تو نہیں رہا ہے ہمد
 اسد ہم وہ جنوں میں گدھے بے مل راہی
 درد و رقت سے کشیں وہاں نہ ہوا
 جسے کہتے ہو کیوں رقیبوں کو
 ہم کہیں قسمت آزمائے جانیں
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ قیہ
 ہے خبر گرم سخن کے آنے کی
 کیا وہ غرور کی شہدائی تھی
 جانی ہی رہی ہوئی ماسی کی تھی
 زخم گر دہس گیا نہ دھست
 مہر زنی ہے کہ داستان ہے ا
 بخت توڑنے کو لوگ کہتے ہیں
 بگوسے عشق کو دل میں بھی لگی ہوا کا

دسی باتوں سے دو کا فر نگاہیں ہوا
 یمن نہ چلتے ہی تیرا خم ہوا
 تجھ سے گویا ایک زمانہ میراں ہوا
 شہدائے حق سے نہیں گویاں ہوا
 برگی تر ایک ہیشیم غم نشاں ہوا
 اب تک تو یہ توغ ہے کہیں ہوا
 دوستی ناواں کی سبھی کا رہاں ہوا
 کہ ہے سرخ سر کاہی ابرو پشت طار پنا
 نہیں نہ اچھا ہوا نہ ہوا
 اب تماشا ہوا جگہ نہ ہوا
 تو کی جب خبر کھانا نہ ہوا
 گالیوں کا کے ہے مزا نہ ہوا
 حق ہی کھس رہی ہوا نہ ہوا
 بندگی میں مرا جھٹکا نہ ہوا
 حق تو یہ ہے کہ حق نہ ہوا
 کام گر ترک کیا نہ ہوا
 لے کھول دستوں نہ ہوا
 حق غالب قرار سہا نہ ہوا
 گھر میں تو تھا اضطراب ہوا کا



جب شکر کے گھر سے اٹھیں تو پہلے شکر کے گھر سے چاکر کے گھر پہنچے

یہ جانتا ہوں کہ تو اور باج کتب
 مٹا ہے اسے قلم ہے بیدار گوئی بھی
 غم فراق میں کلیجہ سے سیراب انداز
 ہنوز عمری طبع کو ترستا ہوں
 دل میں کہ پہلے ہی نادر و نادر سے لہجے
 نہ کہ کہ گریہ بھلا ہست دل سے
 فلک کو کہہ گئے کہ تاجوں کو یاد رکھ
 قہر و غم سے کہ میرے قلم سے پھر
 اعتبار جنت کی عمارت فراموشی
 جب تجھ پر سفر سے ملے اندھا
 اولیٰ بخش نے ہیرت کہ شعلہ ناز
 پاس و آئینہ کے یک سر و پیراں لگا
 نہ جنت کی شعلہ لہجہ کے خفا
 نہیں اور زہم سے میں غم کا کام لگیں
 ہے ایک تیر میں میں وہ فوج سے پڑے ہیں
 اور اندک میں غالب کو بھی ہنسے تو جوں
 مگر جہاں جو نہ دے لی کہ وہاں ہوتا
 غلی غلی دل کا لہجہ کیا یہ وہ کافور ہے
 بعد ایک عمر و عمارت بار تو رہتا ہے

مگر سست و ہوں فراق خاندان کا
 وہم کشت خاطر ہے جیت نہ پا کا
 لہجہ داغ نہیں خندہ اسے دجا کا
 کہہ سے ہر زبان کو کام نہیں پنا کا
 ہیں داغ کہاں میں کے کٹا کٹا کا
 مری لگا وہ میں ہے مس و شمع دیا کا
 جہاں میں سر کی ہے انداز کافر کا
 خطو جہاں سے سر سر رہے گو ہر جا
 غم نے کی کہ بیان نہ تھا کھ پڑا
 تیر شوق نے ہر ذرا پنا کٹا کا
 جو ہر آئینہ کا طوطی اسل اندھا
 عمر جنت نے طبع دل میں لگا
 کہ وہ دل کھول کے ہر اکبر میں اسل اندھا
 گریں نے کی جلی تو پست کی کہ کیا ہوتا
 وہ دن گئے کہ انسا دل سے ہر کھدا
 جب ہشت ہے کہ تھا مان گن کٹا تھا
 ہر گز کھشت نہ ہوتا تو رہا ہر جا
 کہ اگر کھشت نہ ہوتا تو پڑا ہر جا
 کاش دھواں ہی وہ پڑا کھدا ہر جا

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوتا۔ تو خدا ہوتا
 ہو وہی تم سے ہیں میں تو تم کیا سرگے کہنے کا
 ہوا کہت کہ غالب سرگیاں زیاد آتا ہے
 ایک آواز نہیں نہیں بیکار بارغ کا
 پہلے کے ہے جلاقت آشوب کی
 بھل کے کاہد ہارو نہیں خندہ آئے گل
 تازہ نہیں ہے لہذا فکر سخن سے
 سو ہارو عشق سے آواز ہم ہونے
 پہلے لون گل ہے پشیم میں سہی گنگار
 بارغ گلستہ تیرا۔ بسا چاشما دل
 وہ مری چین میں سے تم چشماں بکھا
 یک امت کیش نہیں۔ جیٹل آئینہ ہونہ
 شمع اسباب گر تھاری خاطر مست ہو گیا
 بدگمانی نے نہ چانا آستے سرگرم خرام
 ہر سے اپنے نہ جاتا کہ وہ بدگوہ کا
 ستر عشق میں کی نصرت نے نامست ملی
 تھا گر میں مژدہ بار سے دل تا دم مرگ
 دل دیا جان کے کیوں نہ کہ وفادار اسد
 بحر کے ہونہ تر یاد آیا

زہرا بھو کہ ہونے نے نہ ہوا میں تو کیا ہوتا
 نہ تھا کہ خدا حق سے تو نہ ہو پر و ہوا ہوتا
 وہ سرگ بات پر کہنا کہ نہیں ہوتا تو کیا ہوتا
 یاس ہوا میں قید ہے اور کے دل کا
 کچھنا ہے ہر جہد نے خطایاں کا
 کہتے ہیں کہ عشق عمل جہد کا
 ہر گاہی مستم ہیں تو ہر جہد کا
 پر کیا کریں کہ دل ہی جہد جہد کا
 یہ بیکہ فرا جھکے کے عشق کا
 ابرید۔ مشکہ کس کے دل کا
 راز مکتوب : سبے رانی منوں بکھا
 چاک کرتا میں میں سب سے گر میں بکھا
 اس قدر تنگ ہوا دل کو نہیں خداں بکھا
 فنا : ہر قطرہ مسروق و مہرزاں بکھا
 نہیں جس سے چشیں شمع سوز بکھا
 ہر قدم سدا کو میں اپنے شمشاں بکھا
 دل بیکہ خدا جس مست و ملساں بکھا
 غفلت کی کہ جو کا فہم کو شمشاں بکھا
 دل جگر شمشہ قریاں کیا

وہ لیا تھا نہ قیامت نے نہ ہند
 سادگی اسے تھا۔ یعنی
 حضورِ خدا کی۔ نہ سرتِ دل
 زندگی یا دل کی گزری جاتی
 کیا ہی غصوں سے لال ہوئی
 اور وہ بڑا سب فریاد کیا
 پھر جسے کو چاہا ہے خیال
 کوئی دیرانی ہی دیرانی ہے
 میں نے کہیں نہ کہیں جی سے

ہوئی تاخیر تو کہ باہر سے بھی تھا
 تم سے جیسا ہے مجھے اپنی جیسا کا کہ
 تو مجھے پہل گیا ہر تو بہت بھلاؤں
 تیریں ہے تیرے دلی کوئی راحت کی یاد
 پہلی ایک کوئی آنکھوں کے آنکھوں کا
 نہ صحت نہ کوئی اندک نہ کہ انہی کوئی
 دیکھ کر فریاد کہ کہیں نہ کہیں نہ
 ہر شے میں صیغہ نہیں رکھتا نہ فریاد کو نام
 ہم تھے رہتے کہ کھڑے پاس نہ آیا نہ کسی
 پکڑے ہاتھ میں فرشتوں کے کھڑے تھے

پھر حرا وقت سفر یاد آیا
 پھر وہ تیرا سب غم یاد آیا
 نادر کرتا تھا۔ جسک یاد آیا
 کہیں حرا راہ گند یاد آیا
 پھر حرا مشہد میں گر یاد آیا
 دل سے تنگ آکے بکری یاد آیا
 دل کم گشتہ سنگ یاد آیا
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
 تنگ اٹھا یا تھا کسرا یاد آیا

آپ کہتے تھے مگر کوئی سنا کر بھی تھا
 تیریں کہ کشتہ بخت غریب تیرے بھی تھا
 کبھی قزاق میں تیرے کوئی پلیر بھی تھا
 میں کچھ تک راج گز نہا ہی ازخیر بھی تھا
 بات کرنے کریں لب تشہ نق بھی تھا
 گر کڑا سٹھے قوس جاتی خون بھی تھا
 جا کر تا تھا دے طالب تاخیر بھی تھا
 ہم ہی تشہ سوس میں وہاں ہم بھی تھا
 آخر اس خون کے ترش میں گئی تیر بھی تھا
 آہی کوئی عارا دم حسیہ بھی تھا

دیکھنے کے نہیں آتا نہیں جو غالب
 لب فلک و چشما کی فرماں کا
 ہر نامیہ سدا ہی بہت ہو گاتی
 تو دوست کسی کا بھی سنگ نہ ہوا تھا
 چھوڑا ہم غلط کی طرح دست لگاتے
 تو نہیں باندھا بہت ہے ازل سے
 بہت تک کہ نہر کھا تھا تو بار کا عالم
 نہیں ملے دل کندگی یا رستہ غلطی میں
 دیا ہے خاص تنگی سے یہاں فلک
 جانی بھی اسد افیغ مگر سے مرے جیل
 شب کہ وہ بھس فرود طوشت ناموس تھا
 مشہد عاشق سے کوس تک ہو گئی ہے بنا
 مائل نصرت نہ دیکھا تیرا شکست تہذہ
 کیا کہوں بیاد ہی تم کی فراغت کا یہیں
 آئندہ کی پناہ ماننے کے رو گئے
 قصہ کہ لکھتا تو ہے کہ ہن نہا دیے
 عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا
 جاتا ہوں اب مسرت ہستی لیے نکلے
 مرنے کا ہے دل لوری تم کو کہ نہیں

کہتے ہیں مانگے زمانہ میں کوئی میری تھا
 قیامت کہ میں دل نہ لگاؤں کا
 نہیں دل نہیں لیب و دماغ و گاہ کا
 غمروں پہ ہے وہ ظلم کہ کچھ پر ہم ہوا
 غم و شہد ہوا اس کے برابر ہوا تھا
 آنکھوں میں ہے وہ غلو کہ گویا ہوا تھا
 نہیں بہت نہ فستہ عشرت ہوا تھا
 یہی سبب شوق مسکونہ ہوا تھا
 میر مسرت دامن بھی ابی ترن ہوا تھا
 آتشکدہ جاگیر حسنہ ہوا تھا
 رشتہ ہر طرح غار کو مست لائے تھا
 کس قدر اب ہر ایک مسرت پائے تھا
 دل و دل پر بہت کہ ایک لب ناموس تھا
 جو کہ کھا یا غنیمت دل بے ملت کیوس تھا
 صاحب کہ دل نہ لکھتا پکھلا غور تھا
 اس کی بھلا نہیں ہے یہی قصہ ہوا تھا
 جس دل پہ تار تھا سکھ و دل نہیں رہا
 ہوں صبح شستہ دروغ بھٹن نہیں رہا
 قادیان دست و اندازے قادیان نہیں رہا



برزخ کے شمع سے دوا تینہ ہانہ ہے
 خاک کر رہے ہیں شوق نے ہند تپا شمع
 گوئیں راہ پر کج ستر اسے روزگار
 دل سے ہے اسے کشت و کاست گئی کہاں
 بیدار شمع سے نہیں ڈرتا گلو کہہ
 رنگ کتا ہے کہ اہل گلی فرستے خاص جیوا
 ذوق ذوقہ - ساغر سخا ذوق شیر نگ ہے
 شوق ہے سماں طراز تابش راہ باب جز
 نہیں اور کائنات کا گلو وہ دل نشینی کہ ہے
 شگوفہ سبج و شکر ہمدرد خود ہونا چاہئے
 رہا یک شہزادہ و شہت میں اجڑا سب ہمار
 کو کہن تلاش یک مثال شیریں تھا کہہ
 فکر اس پر ہی دل کا اور ہر ریاں اپنا
 سے وہ کہیں بہت ہے از ہم نہیں یارب
 شکر اک بلند ہی پر اور ہم بنا سکتے
 دے وہ جس قدر دوست ہم نہیں تائی گئے
 دروہل کہیں کہ تک جانوں کو و کھلاؤں
 کہتے کہتے سنت جانا آپ نے بہت جلا
 تاکہ نہ لگائی کر لیا ہے دشمن کو

یاں اختیار تا قیاس و کاہل نہیں رہا
 غمزد نگاہ اب کوئی قابل نہیں رہا
 لیکن ترسے لیاں سے غافل نہیں رہا
 ماکا ہنسلے سر سب عادل نہیں رہا
 جس راں پہ ناز تھا بجھے دہل نہیں رہا
 عقل گنتی ہے کہ وہ ہے ہر کس کا آشنا
 کہ کوشش ہمیں پہنچا ہے ایسا آشنا
 ذوقہ - صبر و استقامت - دھڑا آشنا
 عافیت کا کوشش - دور - توارگی کا آشنا
 میرا زانو نہ بنیں اور آہستہ تیار آشنا
 سبزو بگاڑ دیا تو وہ غلّی نا آشنا
 سنگ سے سر مار کر ہو سے نہ پیدا آشنا
 بن گیا رقیب آخر تھا جو راز وہاں اپنا
 حق ہی ہوا منظور ملک کو آس پاس اپنا
 فرش سے اوہ ہوتا کا شکر نگاہ اپنا
 ہارے آہستہ بگلاؤں کا پاساں اپنا
 انگلیوں نگار اپنی غاروں پیکار اپنا
 تنگ جہد سے میرے سنگ آستان اپنا
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہر زبان اپنا

ہم کہیں گے ان تھے کس جن میں بچا تھے
 شرم و محنت نظر میں مری قیمت یہ ہے
 زنجیر کا بے دے کہ ہوا کا عالم
 فاضل یہ وہم بظاہر آتا ہے دور یہاں
 بزم قیوم سے کس پریشان نہ کہ گنگ
 بہت اگر توں کرے کیا بعد ہے
 عقل کو کس تشاخص ہاتھوں میں کہ ہے
 جہاں سے جہاں تک بگڑا ہے اسے
 جو سے باز آنے پر باز آئی کیا
 رات دن کا شرم و ہیبت ہاں
 خاک و تواریخ کو ہم سمجھیں گا
 ہو سکتی ہیں ہمارے ساتھ ساتھ
 سوچ توں ہر ستارے کی کن جلتی
 عمر جو دکھا کیا اس نے کی داد
 پہ پہلے ہی کہ کمال کوں ہے
 خلافت ہے کائنات جلوہ پیدا کر سکی
 مرحبت بکشتیں دریا میں خود واری سال
 عشق و قہر ہے دریا میں فنا ہو جاتا
 تو سے قسمت ہی میں صورت عقل ابجہ

بے سبب ہر حال دشمن آسمان چتا
 کر رہے چشم طریار و آسمان بڑ
 تیرے چہرے سے یہ کام پر چسپاں بڑ
 ہے شاہد مہمانیوں شہرہ گیارہ کا
 حیدر زام جست ہے اس نام گارہ کا
 شرم کی سے مسدود نہ کرنا گارہ کا
 بڑا گل خیال چشم سے اس گارہ کا
 پرواز ہے وکیل سے وہاں وہاں کا
 کھتے ہیں ہم کو نہ دکھائی کیا
 جو ہے گا کہ نہ کہ کھڑکی کیا
 جب نہ ہو کہ جی تو دھوکا کھائی کیا
 باب اپنے خط کو ہم پہنچائی کیا
 آستان بار سے اللہ جانیں کیا
 رس گئے یہ وسیع کجے دکھائی کیا
 کوئی تھکا کر جسم تھائی کیا
 چمن نگار ہے آئینہ باد بھری کا
 بھلائی نہ تو باقی ہے دعویٰ ہوشیاری کا
 درد کا حد سے گزرتا ہے وہاں
 خاک کھا پت کے چنے ہی جہاں جہاں

مازیں کدو شیریں نہیں ہے بیکار سایہ لالہ بندہ دلخوش و مست ہے بہار



دل تھا کشمکش چارہ ز دست میں تمام
اب بھٹا سے بھی بڑی سہم جم اندھ
صفت سے گریہ ٹھنڈی دہم سر ہوا
دل سے نہ تھی شکستہ خلق کا خیال
ہے جگہ اپر ہدای کا بری کر کھٹا
گزشتہ محبت گل کو ترے کوچ کی ہوی
جاگرتہ پر کھٹا نماز ہوا سنے سہن
بھٹنے سے چڑھ گل ہونے کا شا غالب

شاہد ہو مرقوب بہت جھل پتہ آیا
بغیر چلائی نہیں ہی چاہیہ اسل ہے
ہوئے سیر گل آئینہ سے صری قافل
براستہ خندہ تاسر اسل لایا بگرہ ہون
نہ جگہ کس دیوانہ کی سے ذوق کھیرا
محبت غم کی کہن سے گل کی اسید بھلائی ہے
مرزا یارین عشق و آگر تھب ہستی
بندہ ظہوت ہے ساقی خاں شہدہ کی کی کی

مٹ گیا گھنے میں اس خندہ کا دھوا
اس قدر دھنیں اور اسب دلا ہوا
یاد آ رہا کھن پانی کا دھوا
برگی کوشت سے نال کی کا بھدا ہوا
دھتے دھتے غم فرقت میں خفا ہوا
کیس ہے گردو جو لایں مہا ہوا
و کچھ برسات میں کسیر آئینہ کا ہوا
پشمش کو چاہیے ہر رنگوں کا ہوا

تلاش تو یک کھن ہونے صد دل پتہ آیا
کشتا ہی کو جارا صفت دھجھل پتہ آیا
کہ انداز میں مسطیہ بی سل پتہ آیا
سہار کا کھسہ فخر و جانی ہر مند آیا
جہاں ہوا رفتار سے عشق قدم سیرا
کہ کین شہد کی سے کھن کی کھن م سیرا
جہد ست برق کی کھن ہوں اور برق م سیرا
یاد دیر سے تے ہے تو میں ٹھیلہ ہوں م سیرا



ب

<p> دے دوئے کہ دل دوست شمع شرب سایہ تنک میں جیتی ہے نور شرب سر سے گزرتی ہے بال شمع شرب سوچ جیتی کو کسے فیض ہو سوچ شرب سوچ گل سوچ شمع سوچ صبا سوچ شرب دے دے تکیں ہم قہر بجا سوچ شرب طہر رنگ سے ہے بال گل سوچ شرب ہے قصور میں ذریعہ صبر تا سوچ شرب ہر کوئی ہے صبر نہ دتا سوچ شرب سوز بہرہ ذوق سوز سے تا سوچ شرب سوز قہر : دریا ہے غشا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب </p>	<p> پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب پھر ہوا دقت کہ ہر بال کشتا سوچ شرب </p>
--	---

ت

<p> افسوس کہ وداں کا کیا رزق ملک نے کافی ہے فغانی تری پہلے کا دوتا </p>	<p> ہیں لوگوں کی تھی وہ تیرے عشق کی انگشت قافی کے دھوکے کے ہمت سحر انگشت </p>
--	--

کھتا ہوں کہ دوست بہل سے غمی گرم
 رہا کر کنی تا قیامت سلامت
 بلکہ کہ مرے عشقِ نون تا بہ شرب
 علی اور جم و شمشید و قاہوں
 نہیں مگر سرورِ برگ اور اکب سنی
 نند گیش کہو تھے ہی کہو تھے اکھیں غالب
 آہ خطا سے مرہ ہے سو ہم بانار دوست
 اسے دلِ ناہایت اندیشِ نبیلا شوق کر
 خاندویراں سا مانی حیرت کا شاہ کیجئے
 عشق میں جیواں را نگ بھرے لدا گئے
 بہ شرم ہاروشی کہ اس جود کا دل شاد ہے
 فیروہوں کرتا ہے میری کہن شیں کہہ کر میں
 بلکہ میں غنوں کہے شیں کی دستانِ دل ملک
 بیگمیں کرتا ہوں اپنا شکوہ صفتِ داغ
 دیکھ چکے ہجرت کو روئے دیکھ رہا ہے مگر
 میراں اسے دشمن کی شکایت سکھائے
 غزل اپنی بکھرے سے پہنائی ہے آپ

تاکہ نہ کے کنی مرے حوت پر انگشت
 ہر اک روز مرا ہے خیرت سلامت
 لکے ہے خداوندِ صحت سلامت
 ہمدک ہمدک سلامت سلامت
 تا شائے نیرنگِ صحت سلامت
 یار لائے ہریاں ہیں وہ اسے چکس وقت
 دودِ عشق کشتہ تھا شایہ نظم و شمار دوست
 کون اسکا ہے تا پ ہونہ و ہار دوست
 صورتِ عشق قدم ہیں دگر ہقام دوست
 کشہ دشمن ہیں اگر کہہ قلیار دوست
 یونہی پر غلوں چارہ ساغر سرشار دوست
 بخت دوست ہم جیسے کنی خواہ دوست
 بکھو دینا ہے پیام وعدہ دیدار دوست
 سر کرے ہے وہ جو بختِ عشقِ ہار دوست
 ہنس کے کہ ہے بیانی غمی گناہ دوست
 یا بیاں کہ سپاسِ لذتِ تھار دوست
 ہے درجیت شہرِ غلبہ نامِ ہجر دوست



ج

گلشن میں زندہ بہت ہر گھبراہٹ ہے آن
آگاہ ہے ایک بادشاہ ہر نفس کے ساتھ
لے عافیت کا دگر اسے آنکھ سام مل
دوم ہر نفس عشق کے تار دار ہیں

قوی کا خلق ملتا ہر وہی در بہت آن
تا جہش نسبت ہر شکار اثر ہے آن
بہت ہے گریہ وہ پہنچا ہر وہ ہے آن
ہر گاہ گریہ تو سہا کا کیا طمان

ج

نفس خدا نہیں آئندہ سے باہر کھینچ
کمال گری سہی کا شش وہ نہ چھ
تھے بڑا دامت سچا نظد نہ دل
نہی ہر وقت ہے بہ صحت غلام از گس
وہم غم نہ ہوا کہ نہی در بہت ناز
ہوے قلع میں ہے جہان انہی پناں

اگر شراب نہیں نکلا ہر گاہ کھینچ
ہر گاہ عار صحت آئندہ سے ہر گاہ
کیا ہے کہ نہ ہتھار کہ نہ ہر گاہ
ہر گاہ دل و چشم و قریب ہر گاہ کھینچ
نہام پر وہ از غم ہر گاہ سے غم کھینچ
ہوے سفر و کباب دل مند کھینچ

من فرزند کی کٹاؤں سے نہ ہر گاہ
نسب سہی کے کہ نہی قابل نہ رہا
شیع کھینچ ہے تو نہی سے ہر گاہ

ہر گاہ نام سے ہی دل ہر گاہ
ہر گاہ سہی کے کہ نہی قابل نہ رہا
شیع کھینچ ہے تو نہی سے ہر گاہ

خوں ہے وہی خاک میں مل جاتی ہیں
 درغیر حریف نہیں چاہے سید داد کو جا
 ہے جس دلی بے کس کے چنے کوشش مرع
 کون ہے تائبے حریف سے مراد حق عشق
 غم سے مراد جس کو انعام نہیں دیا میں کوئی
 آئے ہے بیکسی عشق پر مدد غالب

ان کے صاف ہوئے محتاج خاص سے ہند
 اگر ناز ہے سوسر سے خاص سے ہند
 چاک ہوتا ہے گریباں سے ہند
 ہے گھر لپ ساقی یہ صلا میر سے ہند
 کو کرے تفریت ہر دو وفا میر سے ہند
 کس کے گھر ہا ٹیکہ سیلاب لا میر سے ہند

۱۰ سے ہیں وہ بیکسی خسرو درو درو
 دوزخ ملک نے کا شاد کا کیا یہ رنگ
 نہیں ہے سایہ کو حق کو تو یہ جہم ہند
 ہوتی ہے کس قدر اور زانی سے جہد
 جو ہے جیسے سرود اسے اختیار تو آ
 بزم گرہ کا کسان کب کیا میں نے
 وہ آواز سے ہمایوں تو سانسے سے
 نظری کھنگے سے بن خیر سے گھر کی آبادی
 دیو چہ تیار دی پیشی تقدم سیلاب
 نہ کہ کسی سے کہ غالب نہیں نہ سانسوں
 گھر جب بتا کیا تو سے درو کے بغیر

نگاہ عشق کو نہیں بال و پر درو درو
 کہ ہو گئے مرے درو درو درو درو
 گئے ہیں چند مستدم ہر شکر درو درو
 کاست ہے تیرے کو چوں ہر درو درو
 کہ ہیں دکھائی مستار جہم درو درو
 کہ اگر چہ سے دوسرے پادشاه درو درو
 ہونے مند درو درو درو درو درو
 ہیستہ دوسرے ہی ہم دیکھ کر درو درو
 کہ تاج پتہ ہیں چہ سے سوسر درو درو
 حریف دوزخ جہمست مگر درو درو
 ہائے گلاب بھی تو مرا گھر کے بغیر

کہتے ہیں جیسی نہ ملے طاقتِ سخن
 کام اس سے بڑا ہے کہ کج جہاں میں
 سخن کی پختہ چھان سے دیگر نہ ہم
 پوندہ کی بین اس سے کافر کا پہنا
 مقصد ہے ناز و غرور کے انگشتر میں کام
 برین پر مشاہد و حق کی گفتگو
 ہرگز میں تو پاس پہنچ نہ پاؤں الفت
 غالب : ذکر حضور میں تو بار بار عرض
 کیوں میں کیا نہ تا بس بچ یاں دیکھ کر
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں کے
 کیا آبرو سے ملحق جہاں عام ہو جہاں
 آتا ہے میرے نقل کو پر جوئی رنگ سے
 ثابت ہو ہے گردن مینا پر غوی سنسلی
 دامستر کا کہ یاد کے گھینچا ستم سے اتھ
 یک جہاں سے ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
 زُئار باندہ شہسود و تار و تفل
 وہاں کہوں سے ہاں کے گھر دیکھا تھا میں
 کیا ہاں میں ہے جس سے کہ آئینہ میں مرے
 گئی تھی ہم پر حق تجسبی نہ طہرہ

ہاں کی کمال کی میں کہ نگر کے سخن
 یوں نہ کوئی نام سنگر کے سخن
 سرخساز راستہ زوہی پر کے سخن
 چوڑے زلفی کے کافر کے سخن
 چلا نہیں ہے ہشت و خیر کے سخن
 جتن نہیں ہے بار و سامان کے سخن
 سنا نہیں جوں راستہ مگر کے سخن
 تار پر تیر و مال سب ہی پر کے سخن
 چلا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر
 سرگرم تالیاں شہر بار دیکھ کر
 دکان جوں تم کو ہے سب تندر دیکھ کر
 مرنے ہوں اس کے ناخوس تندر دیکھ کر
 رز سے بے صبح سے تری رفتار دیکھ کر
 ہم کو مسد بھی لڑتے آواز دیکھ کر
 لیکن میاں علی حسد چلا دیکھ کر
 دور چلے ہے راد کو جوار دیکھ کر
 ہی خوش ہوا ہے راد کو پڑخار دیکھ کر
 طوطی کا عکس کے ہے رنگار دیکھ کر
 اسیٹے ہیں بار و طرہ سے قح غور دیکھ کر

سر پہ لڑا وہ غالب شہید و حال کا
 لڑتا ہے سرا دل بہ نسبت سرور و حال پر
 نہ بھڑکی حضرت یا سفاکے یاں بھی خاندانی
 فنا خلیع میں بچاوی ہوں اس خدا نے سے
 فرقت کس قدر رہتی ہے خوشی ہر دم سے
 نہیں اچھلے گشتیں کئی طوبہ کا ریشہ
 بکھاپ دیکھ کر ابر شریف کو وہ یاد کیا
 بہ سحر و دہر عشق ناز کیا باقی رہا ہر گام
 زور و جوش سے غالب کیا جا کر ہر شہادت کی
 ہے جسکو ہر گمان کے شام سے میں نشان ہو
 یاد ہو نہ بکھیں دیکھیں گے مری بات
 ہر دم سے ہے کیا اس لگو ناز کو جو نہ
 تم شہر میں ہو تو میں کیا غم بہا نہیں گے
 ہر چند شکست ہوئے جسے شکست نہیں
 ہے خون جگر و شہر میں دل کھول کے روتا
 مرتاہوں اس آواز پر ہر چند سر آزا جائے
 لوگوں کو ہے غور شہید جہاں تاب کا دھوکا
 لیتا نہ لگا دل نہیں رہتا کوئی دم نہیں
 پائے نہیں جب وہ تو چہرہ جانتے ہیں نئے

یاد آگیا جسے نری دروازہ رکھ کر
 میں ہوں وہ قطر شہر کہ ہو غار و جالی پر
 سفیدی دیکھ بستیوب کی پھرتی ہے نفس پر
 کہ جنوں دم الفت کھتا تھا دروازہ و ستار پر
 ہم گر صلح کرتے بارائے دل شکست پر
 کو پیش پہنچتے ہیں کی نہرو سے غم و خوں پر
 کو فرقت میں نری بات جتنی جتنی گشتاں پر
 قیامت کی ہوا ہے تہ سے غائب شہید پر
 ہمارا بھی تو آفرین چلتا ہے گریباں پر
 کرتے ہیں بہت تو گزرتا ہے گھبراہ
 دے ہر دل میں کو جو دوسرے کو نہیں ہو
 ہے خیر سحر و گر اس کی ہے کہاں ہو
 لے لائیں گے ہمارے ہاگر دل وہاں ہو
 ہم ہیں تو اچھی داد میں ہے نہاب گریں ہو
 ہوتے ہو کئی دیداد غصہ و غصہ و غصہ ہو
 جھڑک کر لیکن وہ سکے جائیں کہ ہاں ہو
 ہر دم نہ کھانا چاہیں ہیں اس جارح نہیں ہو
 کہتا ہوں نہ چہرہ لیکن میں آہ و فغاں ہو
 رکھی ہے مری جتنی تو جہتی ہے وہاں ہو

ہیں اور بھی دنیا میں سزا دہشت اپنے
 صفا سے صیرت کیونہ ہے سامان رنگ آنر
 مکی سدا پیش ہوا نے تدبیر دشت کی
 جنوں کی دست گیری کس سے ہو اگر ہو نافرمانی
 برنگ کاغذ آتش زندہ غیر گیب بے تابی
 فلک سے دم کو پیش ہڈ کا کیا کیا تھا غنا ہے
 ہم ہر دو بے سبب رخ آتش دشمن کو دکھتا ہے
 خاک کو سوپ کر مشتاق سے بے اپنی غفلت کا
 اسوہل سے کس انداز کا قافی سے کتا ہے
 شرم کن حوصلہ سے کھل کر تو بول چہ ہستی میں
 ہر دم خاک کو دیکھ مراد سے کوئی دن اور
 مٹ جانے کا سہرہ گر تباہی غم نہ کئے گا
 آنے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں
 جانتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو نہیں گئے
 اُس سے فلک پر جوں تھا ایسی قدرت
 تم ابو شب چار دم سے سرے مگر کے
 تم کہن سے تھے ایسے کمرے اور ستارے
 جو سے تیس غرت سے تیرے (مثنوی)
 گزری نہ ہر حال و غمت خوش و ناخوش

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور
 تھیز نہ ہو ہوا ناز کا پانا ہے رنگ آنر
 ہو اہم نہ ہو بھی سکے درخ پناک گز
 گریں چاک کا حق ہو کیا ہے میری کوئی پر
 ہزار آئینہ دل باندھے ہے ہاں یک تھپکن پر
 متاع بڑا کو جسکو ہوئے ہیں غرض و جنت پر
 شعلہ ہر سے تخت لگی کی چشم دو زن پر
 فروغ طبع کا خاک ہے سو آفت گھن پر
 خوشنقہ ناز کر خون دو عالم بے کسی کوئی پر
 غفلت بظرف مل جائیگا تم سارا قیب آخر
 جتنا کئے ہیں اب رو تہا کوئی دن اور
 ہوں اور پرتے نامیر خوا کوئی دن اور
 مانا کہ ہمیشہ نہیں رہا کوئی دن اور
 کیا خوب قیامت کا ہے گرا کوئی دن اور
 کیا جیسدا بگڑتا ہو نہر کا کوئی دن اور
 پھر کیوں نہ رہا مگر کا وہ غفلت کوئی دن اور
 کرنا تک غفلت تھا غنا کوئی دن اور
 پہلوں کا بھی دیکھا نہ تھا کوئی دن اور
 کرنا تھا جس سرگس گرا رہا کوئی دن اور

اوس پریم کہتے ہیں کہ کہیں مجھے ہر غالب قسمت میں ہے مرے کی تنہا کوئی دن اور

ز

خام بکے نہ جان کہ ہنسنے کی دہر
ہے باز مٹساں نڈاز دست و دست
بغداد چسکریں یہاں خاک بھی نہیں
موجوں پہل میں غنیمتیں نیاز
نہو ہرگز سب باں خندا دم دہر
دھالی ہلو کاٹا سپرہ و مانگیں
ہر ایک لڑا عاشق ہے کھٹک چرت
نہا چو دست بختا ز ہنس غالب
دست سہی کرم و کہ کہ سر نہا سپرہ خاک
یک قدم کا تھرا شش زور ہے سوز وشت
کیے نگراں نیت سے دیکھیں جان عزیز
دل سے لگا پڑ نہ لگا دل سے
تاب لاتے ہی ہتے کی غالب
نہ لگی ٹھسروں نہ پروا ساز
نہو نہ لگا شش سسہم کا گل
ہات لگیں ٹھسریں سہاوی

ہے دایا عشق نہ نیت سب و گلن ہنوز
ہیں لگی فرو شش شوقی دایا کس ہنوز
غیبتا کہتے ہے بہت سب دایا ہنوز
دعا قبول ہو یا وہ کہ ہر خطر و ساز
ہنوز ترے کھنوس میں ہے شیش فروزا
کہ دھکے اٹھتے: اشتہار کو ہنوز
لگی دھکے پڑتے پر نواسے ہنوز
جاں و کار سارگوں سے ایک حکا کا
گندے ہے آہ پا اور ٹھسریں ہنوز
نہنیں پا میں ہے سب گری و نثار ہنوز
کیا نہیں ہے سب کے جان عزیز
ہے قسہ ٹھسریں کا بیکان عزیز
دائر خست ہے ہر جان عزیز
میں ہوں اپنی شکست کی نادر
میں اور نہ جیسا سے دور و دور
ہم ہی ہر روز اسے بہت گداز

بھوں گرفتار افسوس میرا
 وہ بھی دن ہو کہ اسی سنگ سے
 نہیں مل میں سے وہ قطرہ غم
 اسے تباہ ہو دیکھ مستطیعین
 تو یہ افسوس گر ہمارے ہو
 جو کہ ہر چہ تو کچھ غیب تھا
 اس قدر غم اس مستطیعین
 دوزخ آتی ہے طاقت پر ہزار
 آواز کچھ نہیں یہاں سے مریت کا
 پس سے مٹا کر ہوئی نہ ہو گھبرا
 اسے تو مسلم سسر افلا
 رہا شش چہند چہ بیس نیاز
 میرا غیب اور تو غیب تو نہ
 اسے درمیان دو رو شاہ باز

س

مرثیہ اسے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے
 جگر تشنہ آزار تسلی نہ ہوا
 نہ گھٹیں کو تیری کوئی آکھیں ہے ہے
 میں ہی رنگ رنگ کے نہ چھو نہیں سکونے
 دھڑکیں میری جا بیٹھنے لیکن اسے دل
 دیکھا جس کو میں بس کہ تو کرتا ہے
 رنگ بھونکے سر خراب و مٹی ہوتے ہے
 دام غالی قفس مرغ گرفتار کے پاس
 جیسے لوں ہم نے بھائی تھی ہر قدر کے پاس
 خوب وقت آئے تم اس صحن چار کے پاس
 ہر شے تک تیرا ہر تار سے تھار کے پاس
 نکھرے ہو جیسے لوہاں دل آزار کے پاس
 نور کا وہ پہلے سے گل کوئی دستار کے پاس
 بیٹھا اس کا وہ اگر تری چار کے پاس

ش

زنجیر سے گزنی جہر طرقات ہنر زنا سے
 لگا سے خانہ آئین میں دوسے کا رخسار

فروغ حسن سے ہوتی ہے جلی شعلہ عاشق دلکھ شمع کے پاس سے کاسے گر دغا پس

ع

چند روز ہو کہ وقت شام ہے کار شعلہ
پہن نگار سے ہے سوز جھلکا دانی شمع
زبان ملی نہاں میں ہے مرگ خاموشی
کرتے ہے حرمت بدایا ہے شعلہ قصہ تمام
غم اس کو حسرت پر دانا کا ہے اسے شعلہ
ترے خیال سے دوحہ اوجھڑا کرتی ہے
نشاہ داغ غم سے عشق کی ہمارے در پہ
چلتے ہے دیکھ گئے بالین یا پر پرچہ کو

پہن و کار کا ہے اواز سے ناکھوشن جلی
ہوتی ہے شمع شعلہ گل سب زندگانی شمع
زبان بزم میں روکش ہوئی نہاں شمع
بطور جلی قاسم ہے قسا ز نواں شمع
ترے لڑنے سے کار ہے ناگہانی شمع
بھسکوا دیتی بارہ پر غشتانی شمع
شعلہ شمع ہے شمع شمع شمع شمع
دیکھیں ہو دل پر مرے دل پہ گمانی شمع

ف

ہم دھیم سے نہیں کرتے قاصد ہوش
جدا ہے الگ کرکین ہم کہ باہیں گئے

بھوریاس تک بولنے سے اختیار دیت
اسے ناگہانی غم سے شعلہ بار دیت

ک

زخمی ہو چکا کیس کیس طعنان پہنچا تک
گوداویار ہے سامان نام کر سنہ ال

کیا مزہ آتا اگر پھر میں میں ہے آ تک
دیکھتا ہے جلی میں کس نہ پیدا تک

بلکہ کو اور اتنی رہے تھے گو ہمارے چہرے
 نور و جلال تھا کہ اگر کسی کا گناہ
 وہ دیکھتا ہے سر سے زخم ہر کی دھوا
 پھر اگر جہان کی ہر چیز عاشقِ بیعت ہے
 فیض کی منت دیکھتے تھے تو غیر دور
 یاد ہی غالب تھے وہی کہ وہ فراق میں
 آؤ کہ چاہتے تھے کہ فراموش ہوئے تھے
 وہم ہر روح میں ہے صفحہ کا مٹا
 عاشقِ حیرت طلب اور مستِ ایستاب
 ہم نے دانا کہ تعاضل نہ کر کے یسین
 نہ آؤں سے ہے شہم کو خاکی تسلیم
 یک نظر بہش نہیں فرستے بستی عاشق
 غم بستی کا اسد کس سے ہو ہر رنگ میں

نہ تھیں کاندہ اور خندہ گل کا خاک
 گردِ ساحل ہے درخشم چہرہ پاک
 یاد کرتا ہے کھلنے کے چہرے ہر رنگ
 دل چاہ کر چہرہ ہر رنگ میں چہرہ پاک
 زخمِ شعلہ خندہ خاتل ہے سستا پاک
 زخم سے کہتا نہیں رنگ ہے چہرہ پاک
 کون دیتا ہے قوی زخم کے سر پہ رنگ
 دیکھیں کیا اگر سے چہرہ پاک وہ گھر سے رنگ
 دل کا کیا رنگ کریں لوحِ سبک سے رنگ
 خاک ہو جانے کے ہم کو کشمیر سے رنگ
 زمین کی ہوں ایک مہارست کی نظر سے رنگ
 گری زخم ہے ایک حقِ شہرہ سے رنگ
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے کس سے رنگ

ح

ہے کہ کو کر دینا بہت دعا رنگ
 ہے ہر رخ مسرت دل کا شہرہ پاک
 یعنی بیخ رنگ دل ہے دعا رنگ
 کہ سے رنگ کا شہرہ پاک رنگ



یک لکھ میں جس فرست جی خاقل گزشتی بزم ہے اک دقت شرر ہوئے نیک

ل

ہے کس قدر پاک فریب و پاک گل
 آواز ہی منہ پر مارک کہ ہر طرف
 برقعہ سوئے رنگ کے گہر گہر گیا
 خوش حال شریعت پر سید مست کا گہر
 رجاو کرتی ہے جوتے تیرے لیے بہار
 شربت نہ دیکھتے ہیں سکے باور ہمارے
 سلطنت سے تیرے سوا وہ نہیں خود رکی
 تیرے ہی جلو کا ہے یہ صحران کائنات رنگ
 غالب ہے چاہے جس سے ہم آتش آرزو

م

غم نہیں رہتا ہے نہ اس کو بڑی ذریعہ نش
 مٹھیں ہم کو ہے گھنٹہ آواز خیال
 دھڑ دھڑک جہاں رنگ پر سید الی نہیں
 ضلعت سے سے لے نکالت ہے جہانک بہتر
 دھڑک جہاں میں ہی ہر لکھن قمار میں
 بہ ناز حاصل دلی بستی کی منہ پر کر

برق سے کہتے ہیں وہ شمع اتم خانہ ہم
 میں دھڑک کر دلی نیرنگ ایک بت خانہ ہم
 رنگ ہمسرا خانہ شبستانیں دلی پر خانہ ہم
 دلی وہاں گہر گاہ ہنسب سر خانہ ہم
 جانتے ہیں سب کو دلوں کو زلف خانہ ہم
 متاع خانہ زنجیر سر جز صفا سلوٹ

ہم کو دارِ غیر میں ملا وطن سے دور
 وہ مطلقاً غفلت نہیں میں میں سے خدا
 دیکھ لی میرے خدا نے مری بیگم کی شرم
 دیکھ لی میرے دوستی دار سنگی کی شرم

ن

ہوں کام بہت غصے سے یک خواب خوش شے
 وہ فراق اور وہ گھسال کہاں
 وہ شب و روز وہ گھسال کہاں
 زوئی انگڑا رہے جستان کہاں
 شہر سودا سے خط و قال کہاں
 اب وہ روستائی خیال کہاں
 دل میں طاقت جگر میں حال کہاں
 وہں جو جاؤں گرو میں مال کہاں
 میں کہاں اور یہ وہ مال کہاں
 وہ حق میں استعمال کہاں
 کی وفا ہم سے تو فراموش کو جھٹکتے ہیں
 آج ہم اپنی پریشانی غالب بن سے
 اگلے وقت کے ہیں یہ لوگ انہیں کہہ کر
 دل میں کہتے ہیں کہ ہوتی ہے جو خوشی ہے
 ہے یہ سرو اور اک سے اپنا جود
 ہائے آشکارہ پہنچے تھے بسم آہ ہے
 بولی آئی ہے کہ انھیں کو بڑا کہتے ہیں
 کہنے ہاتھ تو ہیں یہ دیکھتے کیا کہتے ہیں
 جوئے زخم کو اندوہ رہا کہتے ہیں
 اور ہر کون سے نالے کو رہا کہتے ہیں
 جیلے کو اہل تلخہ قسودنا کہتے ہیں
 غیور کو ترے ہسم ہر گاہ کہتے ہیں

اک شہر دل میں جس کو نگہ بگایا
 دیکھتے تھے اس شمع کی غزلت کیا رنگ
 دشت پوشیدہ سریش کوں شادیہ
 آبرو کیا خاک نشیں گل کی دگرش میں نہیں
 ضعت سے لے کر کچا باقی رہتی میں نہیں
 ہو گئے ہیں مٹ ابرو سے گلا آفتاب
 کیا کہوں تار کی زلف میں خشم اندیز ہے
 روتی بستی ہے عشق طائر ورس ساز ہے
 زخم سلوا سے پہلے چادر چلی کا چٹن
 بسکے ہیں ہم اک پہلو تاز کے در سے ہوئے
 قطرہ حقو اک بیوی ہے سنے تاسو کا
 لے کن ساقی کی غزلت مست سرم آستان میں
 ہوش و ضعت میں کیا ناتوانی کی خود
 حق دل میں شان کیا غالب کی بغیر بیخود
 غصے سے مچ تاز کے باہر داسکا
 جلتے ہیں پشما سے کتا دوسرے دل
 میں اور جد ہزار تو اسے مسگر غرض
 غلام مرے گھس سے لے لے غفلت چاہ
 مہراں جو گئے بلو سکے چاہو جس وقت

اگل صحت و حکم ہم کو جو ہوا کہتے ہیں
 اس کی ہر بات ہم نام خدا کہتے ہیں
 مر گیا غالب آشفہ خدا کہتے ہیں
 ہے گریباں شاپہ ہر دہی جو دہی میں نہیں
 رنگہ کر دکایا جو غول کو دہی میں نہیں
 دتے اس کے گھر کی صحت کو دتے میں نہیں
 پتہ خود صحت سے کہ جس کے دہن میں نہیں
 ابرو سے شمع ہے گر رقی غریب میں نہیں
 غیر بکھا ہے کو دتے زخم سوز میں نہیں
 جوں گل کے سوا کہ اپنے دہن میں نہیں
 غول میں باقی رہے طایف سہ تہ میں نہیں
 صبح سے کی قریب رنگ بیتا کی گردن میں نہیں
 قد کے جھلنے کی بھی گھڑی میں تہ میں نہیں
 ہے تحفہ ہیں وہ شبت شمس کا گھن میں نہیں
 گرنگ ادوار جو تو اسے چنی تھا کوں
 ہر تار دھت کو نگہ سرچا کوں
 تو اور ایک وہ شبت نہن کر کیا کوں
 ہے ہے خدا ذکر وہ چھجے ہر فاکوں
 میں گیا وقت نہیں ہوں کہ ہر آجی نہ کوں

ضعت و محنت افروز کا شکار کیا ہے
 بہر حال میں جسکو سنگ و در
 ہم سے کل باز وقت ہے پختی ایک دن
 تو نام نہ بنائے مسامحان ہج
 فرض کی دینے کے لئے لیکن مجھے لکھاں
 خزانے تم کو ہی اسے دل غیبت چلتے
 وصل دعا جس سبب از کا مشورہ نہیں
 ہم پر خدا سے ترک ادا کا گناہ نہیں
 کس سے نہ ملے کیونکہ اس وقت خاص کا
 ہم کہ ختم عود مستغرق ہم حسن
 ہو نہیں ہوا کیونکہ ششام ہی سی
 ہر چند جاگدازی ضرور صاحب ہے
 ہاں صوبہ ترقی یافتہ میں مزہ ہے
 فخر سے چہرہ پر اگر دل نہ ہو تو شک
 ہے کہ کچھ نہ دل لگا کر شکر و سپر
 نقصان میں ہوں ہی ہستہ ہو گویا
 کہتے ہو کہ کھانا چندی سرخشت میں
 یا انمول اس سے داد کو لینے کام کی
 جاں ہے بدستہ ہو شکر میں کے ابھی

بات کہ سر تو نہیں ہے کہ خدا ہی دسکر
 کیا قسم ہے تیرے لے کی گناہ میں دسکر
 ورنہ ہم پر نہ ملے کہ نہ سستی یکساں
 اس بات کی کہ نہیں ہی پختی ایک دن
 ایک دو جی ہادی فخر سستی یکساں
 ہے صواب و جاہ یا سب سستی یکساں
 ہم ہی کر چکے تھے غالب یہ پختی یکساں
 ایک چیز ہے اگر مراد عقل نہیں
 پر سن ہے اور پختی حق ہو میں نہیں
 نامہ ہاں نہیں ہے اگر مراد نہیں
 آخر وہی تو رکھتے ہو تم گواہ نہیں
 ہر چند پختی کر ہی تاب و تاب نہیں
 لب پر وہ سچ زمرہ ہاں نہیں
 دل میں چھوڑ دو اگر تو چاہا نہیں
 ہے ہمارے دل میں اگر کھانا نہیں
 سو گزریں کے ہمارے ہاں نہیں
 گویا نہیں پختہ بہت کا نشان نہیں
 حق نہیں اگر ہر ہر ہستی نہیں
 غالب کو جانتا ہے کہ گویا نہیں



ماٹھے پر پھر کسی کلب بام پر ہیں زلف سیاہ رخ پریشاں گئے ہوئے

باغ و دشت نورانی کوئی تو کب نہیں
 شوق میں شمعیں لٹکتے ہیں لہلہ کر جہاں
 صورتِ قدرتِ انوار میں جاتی ہے
 رنج و غم سے ہی جس کو رنگدار ہے
 سرگودا ہے جہاں رنج سرا تھا ہر جگہ
 جب کہ ہم درختِ بیکار و گستاخی تھے
 غالبِ آوازِ حیدر سے غولِ آواز
 ست سرگودا و دیں کھرنگاریں
 برنگال کرنے عاشق سے دیکھا پادشہ
 افسانہ گل سے خطا ہے دعویٰ و کاشفی
 جوشِ تاثیر سے غمید نہیں
 سلطنتِ دستِ بہت اُلی ہے
 ہے چلی تری سہاں و جوار
 رہے مشوق نہ دوا ہو جائے
 گردِ دلِ رنگِ طرچہ کا ذرہ ہے
 کتبے ہیں جیتے ہیں امیدِ نازک
 جہاں تیرے شمعیں شمعِ دم دیکھتے ہیں
 دلِ امشبِ ظلالِ کچھ دہن کے
 تیرے سروِ راحت سے دلِ تو نام

ایک پتھر چھپے ہواں میں نظیر نہیں
 جاوے نہیں سرِ دگر ورنہ تصور نہیں
 جاوے مار و گانہ و دمِ شمشیر نہیں
 فوٹی ہیں اگر تارِ زمینی کشِ تاثیر نہیں
 قدرتِ سنگِ باغِ آوازِ حیدر نہیں
 کوئی تصویرِ کجسختِ محبتِ تحفیر نہیں
 آپ سے ہر وہ ہے جو مستحقِ حیرت نہیں
 ہی کی سوزِ دلِ لہلہ شمعیں نہیں
 یکل گئی ہر شمعِ گلِ سوزِ جہاں سے جہاں
 سرور ہے ہر صفتِ آوازِ گر گنار جہاں
 جہاں شہسازِ شمعِ یہ نہیں
 جامِ سے خاتمِ ہمشید نہیں
 قندِ سہلِ برقمِ نورِ شمشید نہیں
 در در جہاں میں کچھ جھبہ نہیں
 غمِ حسرتِ دی حسرتِ انہ نہیں
 ہم کو جیسے کی جی نہیں نہیں
 خیاباں شمعِ باں و دم دیکھتے ہیں
 سوزِ دیں ہر شمعِ دم دیکھتے ہیں
 قیامت کے نقشہ کو کم دیکھتے ہیں

عاشق کرا سے تم آئیں سہیلی
 شوقِ قربتِ دل سے دل سے
 بنا کر تیرا کام ہمیں غالب
 اپنی سہ فرستے تیرا شباب میں
 کب سے میں کیا بتاؤں صلیبِ اسیر
 تاہم درِ انتظار میں اپنے آنے کی سیر
 کامرہ کے آنے کے لگا لگا لگا لگا
 لڑکے کب تک کی ہنرمیں آنا تھا وہاں
 ہر سنگ و پلاہ پر فریب داس کیا ہے
 میں غریب میں دھول میں غریب سے
 میں ہر حال میں مسلسل خواہ ساز بات ہے
 ہے تجھ میں چڑھی ہوئی اندرِ کتاب کے
 داکٹر لگاؤ ایک جیسے آٹا لگاؤ کا
 وہ نالہ دل میں نہیں کی بار بار جگہ نہ پاسے
 وہ جسے دیکھ سنبھلیں وہ کامرہ کے
 غالب چٹائی مشروبِ باب کی گئی گئی
 کل کے لیے کراچی دانتِ شرب میں
 ہی آئی کہیں آئی کی ایک نہ تھی ہند
 ہر کیوں گئے غنی جتنی سے ہم طرح

تجھے کس ترنا سے ہم دیکھتے ہیں
 کوشبِ نہ کا حقنِ قلم دیکھتے ہیں
 تا شام سے ابی کرم دیکھتے ہیں
 کافر میں مگر نہ غنی ہر راحتِ شباب میں
 شبِ بے شہر کو بھی دیکھ کر شباب میں
 آنے کا حد کر گئے آتے ہر شباب میں
 میں ہر نگاہوں میں دیکھیں گے ہر شباب میں
 ساتی کے کہ لانا دیا ہر شہرِ اسیر
 کیوں ہر گاہوں میں دیکھیں گے ہر شباب میں
 ڈالے تم کو دے کس نے کس نے ہر شباب میں
 ہر نذر دینی بھولی گیا اضطراب میں
 ہے ایک شہنشاہ کی ہر طرفِ شباب میں
 لاکھوں ہزار ایک بجلا شباب میں
 ہر ناز سے لگا ہر دے لگا شباب میں
 ہر سہلے جیسے دھول سے سڑک میں
 رہتا ہوں ہر طرفِ شباب میں
 ہر مل سے ساتی کوڑے کے ہر شباب میں
 گستاخی فرستتے ہر شباب میں
 گروہا ساتی ہے چنگ و باب میں

سب قبریں سے خون افوش پڑا ہوا ہے
 غم سے سوں گھوں سے پھنسا کہ چاند افانی
 ہیں پر ہواؤں سے چٹکتا ہے ہیں ہر مقام
 نیند کی جگہ مانگ اسکا ہے دائرہ کی گلی
 میں ہیں میں کیا کیا گروہ دستوں کی کیا
 وہ گانے کہیں کہیں جاتی ہیں شہر کی کپڑ
 ہر کدوا میں ہے وہ دوسری ہر چہ پہنچنے
 داس کیا بھی ہے تو فانی کیا کیا کیا چاہ
 باغ و بہار سے یاد اس کے آتش میں جہنم آگیا
 ہم کو خدایا ہمارا کیوں ہے ترک دوم
 رنج سے تو اگر ہو افسانے توٹ جاتا ہے
 پڑی ہے گرد گردنا غالب تو لٹا ہی نہیں
 دیا گئی ہے عدول و تدار بھی نہیں
 دل کو نیاز محروم و یاد کر کے
 بھاتا اگر نہیں ہے اس تو سہل ہے
 چہ عشق کو کون نہیں بگھن ہے غم میں
 شہر کی گلی آتش سے سرچا ہلی ہوتی
 گناہ پیش خدا سے اظہار ایک طرف
 نور ہمارے ہمارے سے ہے خدا کو گلی

سب چراغ افوش کر گئے ہر کسائی ہو گئی
 میں دیکھوں گا کہ نہیں ہو فوٹوں پر نہیں
 قسمت حق سے ہی میری گھر میں ہو نہیں
 تیری باتیں اس کے ہاتھ پر پڑیں ہو نہیں
 ابلیس میں کر رہے تھے افسانے ہو نہیں
 جو مری کوتاہی قسمت سے بچاؤں ہو نہیں
 میری آواز سے ہوا کی گریں ہو نہیں
 یاد نہیں حق و ماضی صوبہ وہاں ہو نہیں
 سب گھر کی آفتوں کو یاد گاہ ہیں ہو نہیں
 باتیں سب سے گھٹیں ہو گئے ہیں ہو نہیں
 شعلیں ہو پر نہیں آتی گناہوں ہو نہیں
 دیکھنا ہی سہی کہ گم گم ہو رہی ہو نہیں
 جی ہمارا وہاں ہو گیا ہو نہیں
 دیکھا تو ہم میں طاقت و یاد بھی نہیں
 دشوار تو یہ ہے کہ خود ہو گئی نہیں
 طاقت خود قسمت اگلا ہو نہیں
 صواب سے لٹکا کرئی اور ہو نہیں
 پاؤں پر طاقت سے ہو ہی ہو گئی نہیں
 آخر فوٹ سے مرعہ گشت ارغلی نہیں

[illegible]

ہوا کی طاقت چمکتی تاراجی نہیں
 رشتہ میں دور واقفیں تکرار کی نہیں
 وہاں اگر نہیں ہے تو چیدار کی نہیں
 ہوا سے تارنگی کی اس رشتہ چشم سوز کی نہیں
 کھنکھریں وہاں سے نہ گھونٹ نہ دھان کی نہیں
 گھنٹی تار تار ہے ہوا کی قطر غول کی نہیں
 شب سے سویر کی ہے دینے والی کھان کی نہیں
 جواسے خفاۃ اجاب اپنے پیسہ وہاں کی نہیں
 پراگشگی سے کھانہ میں تلخ قندہ وہاں کی نہیں
 چل رہی ہے گئی ہے کھان کی توں گشت کی نہیں
 یہ ہر کہ سوچا جا گیا ہر قطرہ غول کی نہیں
 فہرستہ فزونی کی کیا جہاں کی نہیں
 سوسے غول کی گھر گھر کی فاک کی نہیں
 ماروے تاج توں کی ہر کی فاک کی نہیں
 کہہ چلا گل پرست گھر کی فاک کی نہیں
 اثر ہے غشی ہے اثر کی فاک کی نہیں
 شرب خانہ کی ہے دور کی فاک کی نہیں
 سادہ سرت تیر کی ہے فاک کی نہیں
 کھاکہ کا فانی غرض سہر کی فاک کی نہیں

دل ہی تو ہے رنگ نشت و سحر خانے کیوں
 در نہیں مرم نہیں، نہیں مستیں نہیں
 بے درد جلال کس قدر سورت ہر کردار
 دانش فرار، چاشناں ناکب ناز ہے پناہ
 قیودیات و ہنر فہم اصل میں دور ناکب ہی
 ضیق و ساقی میں تکی رہ گئی برائوں کی شرم
 وہں وہ فرور و فرار ناز میں، بجای پاشن وضع
 اس و ادنیٰ و ہرست ہمارا وہ ہے وہاں
 غالب نیست کے بھر کیوں سے کام نہ رہی
 غنچہ انگشت کردہ دست صحت دکھا کر ہیں
 پرستیں طرز دہری کھینچ کیا کریں کے
 مات کے وقت نے پہنچا تو یہ کہ لے
 غیر سے مات کیا پائی یا ہو گا تو دیکھ
 بزم میں نہیں کے ہو کر ہیں دلکش پیچھے
 جس سے کیا بزم ناز چاہیے فی سے حق
 بھستے گا جو رہے ہائے جس پیش کر ملی
 کہ کچھ کہے ہاں میں دھنکی خوشی و ادنی
 گزرتا سال و چاند چاند ہل رہا تھا کمال
 جو کہے کہ فرشتہ کہہ کر دیکھ بھلائی

وہی گم ہزار بار کئی ہیں ستائے کیوں
 بیٹھے دیکھ دو ہم فرج میں اٹھائے کیوں
 آپ ہی ہر خاکہ و ترے ہی ہر چہائے کیوں
 تیزی میں کس کس تلے تیرے آئے کیوں
 سوت سے پھٹے توی قلم نہ کات پائے کیوں
 اپنے پاؤں سے شہر کا آٹا کئے کیوں
 رہیں ہمیں کس بزم میں رہنا کئے کیوں
 میں کہہ دوں، دل بڑی آگ لگی کئے کیوں
 دیکھئے ناز، ہر کیا کھینچے آئے کئے کیوں
 جو کہہ چکے ہیں ہی جاتے کئے بتا کر ہیں
 انکے روک خاموش تے کئے چہ ہوا کیوں
 آئے وہ ہیں نہ کرے پر نہ کرے نہا کیوں
 سامنے تھیں رہنے اور دیکھتے کیوں
 انکی تو کاشی میں رہی چہ ہیں دہا کیوں
 میں کے خم طرین نے جو کہ کھلا کر ہیں
 دیکھ کے میری چھوڑی چھٹے گی، ہاں کہ ہیں
 آؤندہ اور نہ گئی ہر ہے شمس پا کر ہیں
 سچ کھلا کہیں سے نہا تے ہاں کہ ہیں
 گنت غالب کچھ نہا تے کئے کئے ہاں کہ ہیں

نہ سے دل انسر ہے کہ تم تاشو
 بقدر صبر دل چاہیے ذاتی صافی گی
 اگر ماسدہ کہ گرم سدا رہ ناز آباد سے
 کبیر میں جانا تو نہ دودھ نہ کب کبیر
 قامت میں تاج ہے نہ سے فانی کی لک
 میں نوبت کبیر نہ دودھ نہ کب کبیر
 غالب کبیر کی اس سے نہ فانی کے
 دانت اس سے ہی کہ بہت ہی کبیر نہ
 بھونڈا کبیر صفت نے نگ نہ کبیر نہ
 ہے کبیر نہ سے کبیر نہ کبیر نہ
 ذرا دیکھیں نے کبیر نہ سے کبیر نہ
 ہے کبیر نہ کے کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 دانت اس سے ہی کہ بہت ہی کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 ذرا دیکھیں نے کبیر نہ سے کبیر نہ
 ہے کبیر نہ کے کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ

کہ بہت نگ نہ کبیر نہ کبیر نہ
 ہر وہ ایک کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 دانت اس سے ہی کہ بہت ہی کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 ذرا دیکھیں نے کبیر نہ سے کبیر نہ
 ہے کبیر نہ کے کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 دانت اس سے ہی کہ بہت ہی کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 ذرا دیکھیں نے کبیر نہ سے کبیر نہ
 ہے کبیر نہ کے کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 دانت اس سے ہی کہ بہت ہی کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ
 ذرا دیکھیں نے کبیر نہ سے کبیر نہ
 ہے کبیر نہ کے کبیر نہ کبیر نہ
 بھونڈا کبیر نہ کبیر نہ کبیر نہ

نہیں کہ جسے اس نے ہر روز شک کیا کہ ہے
 دکھانے سے تیری کہ آئینوں پر استی
 خدا شوق نے افسانہ کہ کہنے میں کہانی
 اسی ہم قتل کر دیا، لیکن اس سے کہنے میں
 ہر چہ جو ہو ہے ہائی کی زنجیر سے کا
 خوشی کیا کہیت پر میرے مگر نوا ہر آواز
 وفاداری پر شہید استوار ہی اصل میں ہے
 شادیت قتل ہی مستی میں ہی تھی : ٹوٹا کہ
 زلفوں کو آؤ کہ رات کو میں سے لڑتے
 سن کیا کہ نہیں کہنے کہ وہاں ہیں ہر مرگ
 مرے شاہ پہلی جاوے نہایت نہیں غالب
 دھن ہیں یہیں پہنچے کہ اس میں کہے پاتے
 دی ساری سے ہنسی نہیں کہ کہی کہے تو
 بھانے تھے ہم بہت سوسائ کی سزا ہے :
 مریم کی ستمی پر پسند ہوں جو وہ
 آفت نے خودی دشت خودی کہ کہہ مرگ
 ہے ہنسی کہ ساروں میں کہ کہہ ہر لڑتے
 شب کہ اس کے غالب سے آواز ہو کہیں
 غالب مرے کلام میں کہ نہ کہ خود : ہر

وہاں کچھ لال ہے تو میں ہر برس شہر
 اپنے کو رکھتا نہیں ہنسی ستم تو رکھ
 اس بچے کو روضہ آسائے بہت کم کو
 دل کو میں ہر سال کھلے کم رکھتا ہے
 شمع کے شعلے ہیں سوچے ہوئے ہیں
 جان کر کیجئے غافل کہ کبہ امید ہی ہو
 رنگ امیزی دور دورہ نظر رنگ محسوس
 سڑانے کے پر دھڑکے کو کھینچا
 دل کے خون کے لیے کیا وہ دیکھیں پلچا
 تمہارے دل کو کہ تو شہر کی غلیں کہتے ہو
 غلہ آئے گا بہت نہیں کھسکا جی
 حقیقت سدا شوق نہیں ہے رہنم
 بے جانی چکلیں ایک توحہ غالب
 تمہارا تم کو نہیں سیکھ رہا کسٹم رہا ہو
 چلتے نہیں ہو غلہ روز مشر سے
 کیا وہ بھی بیکہ کشش حق تاشاں ہی
 ابھر رہا غالب ہی ہے حق کے ایک تار
 جب بیکہ چھوٹا چھوٹا کیا بیکہ کی تہ
 شہر کی بہشت کی تہ بہشت

یعنی میری بات کی تاشہ سے نہ
 تاشہ نہ تاکہ دینا تاشہ سے نہ
 صدمہ شگ نہیں اس صدمہ سے نہ
 کس قدر ہنسی اگر تاشہ ہی ہم ہے نہ
 تیرے کہ چہ سکھائے ہم ہے نہ
 یہ نگاہ منہ اندازہ تو ہم ہے نہ
 تاجی تاشہ سے نہ ہم ہے نہ
 ہنس کے ہوئے کہ تاشہ کی تاشہ ہے نہ
 پاشی ہے نہ تاشہ ہی نہ ہم ہے نہ
 ہم وہ تاشہ کو غافل ہی تاشہ ہے نہ
 ہنس سیر تاشہ سو کہ ہم ہے نہ
 غم سیر تاشہ و طوطی ہم ہے نہ
 جانا کہ کشش کا تاشہ کہ ہم ہے نہ
 تاشہ کی تاشہ ہے نہ تو کیا گیا ہو
 غافل کہ تاشہ ہے تو تم گیا ہو
 تاشہ کہ تاشہ نہیں غم شہر و تاشہ ہو
 غم تاشہ ہی کہ نہ تاشہ کی تاشہ ہو
 تاشہ کہ تاشہ ہو کہ تاشہ تاشہ ہو
 تاشہ تاشہ کہ نہ تاشہ تاشہ ہو

نہ میں ہے شش ہر کس دیکھتے تھے
 دکھائی کہ اپنی حقیقت سے جلد ہے
 اصل حضور پر شاہد و شہرہ ایک ہے
 تجھے شکل نمود حضور پر وچو کبیر
 شرم آگ ہوا سے تازہ ہے پختہ ہی سے
 آرایہ شہر ہلال سے کایاں حسین خور
 ہے غیب قیام جس کو کھٹے ہیں ہم شود
 غالب تو ہم دھنکالی ہے تہہ سادات
 بیوں ہیں مل کر دھنکلی کو شین بستر کو
 چھوڑا در شک سے کہ ترے گھر کا نام لوں
 جاتا ہزار قریب کے دور پر مسند ارباب
 ہے کیا جو کس کے ہاتھ سے پختہ ہے
 اور وہی کھٹے ہیں کہ ہے شک و اطمینان ہے
 چلا ہیں حضور دور ہر گھر تیرے کے ساتھ
 خواہش کو اطمینان سے کہ سنتی رہا قرار
 ہر جہت ہی میں بھول گیا دم کہ سے یاد
 اپنے پر گردا ہیں قیاس دل دہر کا
 غالب مستعد کہے کہ سوا پرست چاند
 دگر میرا ہر جہت ہی اسے نظر نہیں

نے اتنا دیکھ رہے نہ رہے دیکھ رہی
 جتنا کہ وہی غیبت سے ہر گھر دانا سہی
 میری میں کچھ شہادہ ہے کہ نہ سہی
 میں کیا دھڑا ہے غور وچ وچا سہی
 میں کھٹے ہے غالب کوئی دہر باب میں
 یہ پیش نظر ہے آئینہ دہر غالب میں
 میں ہوا سہی میں ہوا دہر دیکھ رہی
 مشغولی میں ہیں ہر گھر دانا سہی
 مقدور ہے تو ساتھ دیکھ رہی گھر کو
 ہر گھر سے ہے چٹا ہیں کہ چٹا کھر کو
 اسے کاش جاتا دہر دیکھ رہی گھر کو
 کیا جاتا نہیں ہر گھر دانا سہی
 یہ جانتا اگر تو شہادہ نہ گھر کو
 یہ جانتا نہیں ہر گھر دانا سہی
 کیا جاتا نہیں ہر گھر دانا سہی
 جاتا دگر دیکھ رہی دہر دانا سہی
 کھٹا ہیں دیکھ رہی دہر دانا سہی
 دیکھ رہی دہر دانا سہی گھر کو
 ہر گھر دانا سہی دیکھ رہی دہر دانا سہی

وہ عزیر گلستاں ہے خوشحال شوق
 غائب ہستی مطلق کی کمر سے عالم
 غلوہا چاہی حقیقت میں ہے حیا لیکن
 صبر سے فوقی خرابی کو طاقت نہ دے
 میر و بہت سہو کہ ہم بس گے کیا مٹی میں جس
 غلام کلام اگر مطلب درجے آتا ہو
 سلف شہری سخن پر اندام ہیں ہم لوگ
 ہوں تہیوی کے مقابل میں خفائی غالب
 باز خوش طلب لے سہو کیا نہیں
 عقل و حیرت کی مشیت کی سرور کیا خوب
 کہ نہیں وہ بھی خرافات میں دست مضمون
 ازل و قبل کہ ہے طوفانی جلوس کتب
 واسطے عقلی تسلیم و باعالم و تا
 رنگ تلخی گل جلاوریشانیوں ہے
 تہیہ گل کے تے بند کرے ہے چھیں
 حق سے کوئی ہے اہل نراؤش کو را
 کم نہیں جلاوری میں نے کہ ہے عینیت
 کرتے میں خود سے ہواست کی شہوت غالب
 دوزخ و جہنم دیکھ وہ جگہ سے خوش ہوا

جزا عقل مقصد ہے جو خاکہ نہیں
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے یہی غلو نہیں
 ہم کو قلب و تنگ حرفی منظور نہیں
 عقل پر عیب کی گویا غنیمت نہیں
 کس دولت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم سحر نہیں
 تو نافع ہیں کسی نگاہ سے خود نہیں
 واسطے ہوا کہ افشردہ انگور نہیں
 میر سے دھو سے یہ جنت ہے کہ شہور نہیں
 ہے نقاشانے جفا شکوہ سید از نہیں
 ہم کو تسلیم کنو نا ہی سر با نہیں
 دشت میں ہے کچھ وہ عیش کہ گویا نہیں
 نظر میں کم از سبیل استاذ نہیں
 جانا ہے کہ ہیں طاقتی سر با نہیں
 گرجا خانہ سر رہ گویا با نہیں
 جزو سے برع کہ گھر میں صبر نہیں
 وی ہے جائے ہی انکسور میں نہیں
 ہی فتنہ ہے جسے اس خدو کا نہیں
 تم کو ہے میری بامان و طہور نہیں
 یوں آہری ہر مشرم کو غلام رک کر نہیں



ایک عورت کو ہے طوفانِ عواطفِ کتبِ اعلیٰ موجِ کم و زسیلی است و آئیں

شک شک کے ہر غم سے دور پار گئے
 کیا شے کے نہیں ہیں ہوا و ہوا ایں دم
 ہو گئی ہے میری شہسری زمان کا گر
 تیا سجدہ کر گئی تھی کاوش نہیں میں کا
 دل پہ آنکھ سے نہیں کہہ سکتا ہے مجھے غائب
 دل کا کارگ گم ہواں کو بھی تباہ ہونا
 میرے ذوال آگاہ ویرانہ فرش کے قمار
 ویرانہ میرے دل کا دھوکہ دیکھتے ہیں
 وہ نہیں ٹھہریں ہمارے دل کی قسمت ہے
 غم کے دل نہیں اس کے دھوکہ دار کو
 ترسے ہوا پر غم کو کوکب و نگین
 نہیں کہ بلکہ غیب سے کا حقد نہیں
 کوئی کہے کہ شہسہ میری کیا پرائی ہے
 ہواؤں سے ملنے والی کے تو مر جاؤ نہیں
 بھیجے یاد میں آتا ہوں میں تو کہتے ہیں
 حلقہ حید کے حق سے اور میں بھی غریب
 جہاں میرے تیرے شادی میری سب کام
 تم ان کے دھوکے کو ان کے کیوں کو غائب
 ترسے لوں کو صبا اترتے ہیں

تیرا چاند پائیں تو صاب کیا کریں
 جو تم ہی جانی گداز تو خود کیا کریں
 عشق کا سکو گداں ہم بے خبر پر نہیں
 تیرے کارہ وادیں میں ہوتا ہے ظلم میں
 دلوں کے ہاں ہمارا گھنٹہ آواز نہیں
 باغ میں بھی کسی کی ہم سے باقی وادیں
 میرے گردوں سے چراغ رہا ہوا نہیں
 بھی صبا کو بھی تار سے کوہ پختے ہیں
 بھی نہیں کو بھی بنے کوہ پختے ہیں
 ہوا کیل سے زخم ہوا کو پختے ہیں
 ہم ہر وقت حلق میں دلوں کو دیکھتے ہیں
 شہسہ منور سے دلوں میں اترتے نہیں
 ہمارے کن گردوں کو اور واد نہیں
 جو جانیوں سے کہیں کو تو نہیں واد نہیں
 کہتے ہم میں کہ قند و قند واد نہیں
 گھاسے کو پتے میں نہ تار واد نہیں
 دیکھتے ہم کو خالے حلقہ کو شہسہ نہیں
 یہ کیا کہ تم کو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں
 ہم میں حضور کی جہاں اترتے ہیں

آہ کا کس نے اثر دیا ہے

تیری سرعت کے مقابل نے ٹھ

تیرا ہستی سے دھالی مستوم

نظر رنگ سے ہے دھو گلی

غافل اپنے مضامین مست پرچہ

اہل تہبیس کی دانا گیسلی

سادہ پنکار میں خواں غالب

دائرہ چاہتا ترسے در پر نہیں ہوں میں

کیوں گردشِ حرام سے گھیرا نہ پاسے دل

یاد بے زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے

حد چاہیے سزا میں حقویت کے واسطے

کس واسطے عجز نہیں جانتے تھے

کہتے تھے ہم قدم مری نگہوں سے کیوں اس رخ

کتنے بوجھ کو پہنچے تھے ہر کس لیے

غالب دلیغ نور ہو دوست کو دعا

سب کہاں کہ لا دل ہیں بیاں کوئی

یاد نہیں ہم کو بھی نگارنگ ہم نہ دنیاں

تھیں تانت کشیں گردوں کی کہ ہوں تھیں

قدیر میں توجہ کی کہ نہ سرعت کی خبر

ہم بھی اک اپنی ہوا باندھے ہیں

برقی کو پا چننا باندھے ہیں

انکھ کو بکھر دیا باندھے ہیں

مست کب بنو تھا باندھے ہیں

لوگ ناکے کو رہا باندھے ہیں

آہوں پر بھی مٹا باندھے ہیں

ہم سے یہاں وفا باندھے ہیں

خاک زنی زندگی پر کہ پھر نہیں ہوں میں

انسان ہوں دنیا کی کسافر نہیں ہوں میں

روح جہاں پر حرمت سکڑ نہیں ہوں میں

آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

صل و نہ ترو و نہ دگر ہوسر نہیں ہوں میں

دشمن میں عمر واد سے کتر نہیں ہوں میں

کیا آسمان کے بھی بار نہیں ہوں میں

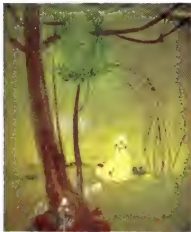
وہ دن گئے کہ کہتے تھے تو کہ نہیں ہوں میں

خاک کی کیا صبر تر ہوئی کہ چننا ہو گئیں

لیکن یہ عشق پھر حق نیاں ہو گئیں

شب کو نکلی ہی کیا اہلی گدوائی ہو گئیں

لیکن انکھیں مدہنی وہ نہ تھیں ہو گئیں



کتابخانه عمومی و فرهنگی شهرداری تهران
کتابخانه عمومی و فرهنگی شهرداری تهران

غالب بھی گر نہ ہو تو کہہ دے اس قدر نہیں
 مگر وہ بات کہ جو کہتے ہو تو کیا کرو
 ہمارے اس دل میں شکر کا ہے نام وصال
 ادب ہے اور یہی کاشف تو کیا کہے
 قصیں کہو کہ گن رہے ہر دستوں کا
 لکھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو انہیں
 جسے غیب پر وہ سب سہاہ ویرسا
 ہیں پھر اس سے کہیں اور نصیب کی تہ
 غلط تھا جس خط پر گماں تسلی کا
 بنانا اس درد کو دیکھ کر کہ لکھ کر قرار
 لکھ جس میں غالب نے بقول خوا
 کسی کو اسے کہل کوئی نواخ خلق کیوں
 وہ اپنی قوم چھوڑنے کے ہم ہیں نہ ضحکہ کیوں
 کیا خود سے دہا گئے آگ ہیں جنت کا
 وہاں کسی کماں کا عشق بسب سر پہنچا ہر
 قفس پر کہ سے وہاں ہیں کہتے نہ ہر دم
 یہ کہ لکھتے ہر دم دل میں نہیں ہیں یہ وہ بناؤ
 خط چھوڑنا کاشف و کھجور ہم کس کا ہے
 یہ ہنستہ نوی کی غلامی پرانی کو کیا کہ ہے

دنیا پر یا رعب اور عرو یا ہشتاد پر
 کہے کہ ہے نہ یہ ہر کو تو کیا کرو
 کہ کہ نہ ہو تو گماں ہائی ہر تو کیا کرو
 کیا ہے اور یہی کہ گم تو کیا کرو
 جنوں کی ہو اگر اسی ہی تو تو کیا کرو
 جو تم سے شریعتاں ایک ہو تو کیا کرو
 وہ شخص جس نے کہے کہ نہ تو کیا کرو
 ہائی یا ستی یا ہیں نہ تو کیا کرو
 نہ اس نے دین دہا ہر تو کیا کرو
 یہ پیش ہو رگب جاں میں تو کیا کرو
 فراقی یا رہی تسکین ہو تو کیا کرو
 یہ ہبناں ہی سے نہیں تو پھر نہیں تو کیا کرو
 جسک میں کہ کیا ہر میں ہے تو کیا کرو
 نہ اسے تاب جو تم کی وہ ہر تو کیا کرو
 تو پھر اسے گماں کیوں گماں کیوں
 مری ہے جس پہ کل بھی وہ ہر تو کیا کرو
 کہ ہبناں ہی میں نہیں تو تو کیا کرو
 نہ کیا ہو تو تم ہے کہ گماں کیوں وہ ہر تو کیا کرو
 وہ نے تم دوست چکا نہیں کہ تو کیا کرو

عدو کے جو گئے جب تو میرا دوست کیوں؟
 بھانپنے جو گئے جو گئے جو گئے کہ اس کیوں؟
 تیرے بے خبر گئے سے دور تو میرا کیوں؟
 ہم غریب کی تیرا دور میرا کیوں؟
 کوئی بھائی نہ ہو اور یہ بھی کوئی نہ ہو
 اور اگر مر جائے تو فوجوں کی نہ ہو

میں ہے قزاقانہ دوستا نا کس کو کہنے ہیں
 کی تم نے کر کیوں؟ غیر کے لئے ہیں سوانی
 نکلا ہوا ہوتا ہے کام کیا غصوں سے تو غالب
 رہنے سے یہی ہو کر میں کہ جاس کوئی نہ ہو
 ہے دور دور سا اک گھر بنا چاہیے
 پر تیرے گرجا تو کوئی نہ ہو تیار دار

•

طوطی کو کششِ جنت سے مقابل ہے قیامت
 جس کی جہاد ہو پھر کسی کی خزانہ پر چم
 دشواری روا بہستم مستردان پر چم

از ہر تاج و تہ و دل اول ہے آئینہ
 ہے ہنوز نہ ہر دہ و دیوارِ شکر
 بچار کیسی کی بھی صورت اٹھائے

سی

طاقت کس کا وہ کا اصرار اٹھائے
 میں ہنوز شبِ طعنہ اٹھائے
 اسے غامض غریب ہمسایا اٹھائے
 یا پر وہ تبسمِ نیم سہا اٹھائے
 بنو میں اکھٹے تیرا مہاجات چلیے
 آخر تم کی کہ تو مکافات چلیے

صبر و بردہ ہے جو مگر اٹھائے
 ہے گنگہ بہت عاشقِ جنوں عشق
 راہِ پادشہ فرزند سے ہے لم
 یا میر سے تم رنگ کو روا نہ کیے
 مسجد کے تیرا سب فرات چلیے
 عاشق تھے تیرا ہی ایک درخش

بکسر میں نہیں کیے ہم معزی
 نے سے غرض تھا کہ کن سید
 ہر رنگ و روغن کی سوس چھوڑا
 سہلے نرم چاہیے ہنگام رنجی
 یعنی چاہے کہوشیں بازو فطرت
 نشو و نما ہے گل سے غالب فرنگ
 بہا ہرگز نہیں تھا ایک نل یک قطاروں دوہی
 ہے جس میں خون سے آندو ہم چہ گشت
 تیرا ہر رنگ کب تکس دی آندو کہ جتنے
 ذکر کا کاشن نارنج کو کیا سودم ہمارم
 ناتواں پر شہسب میخ چتا پر ناز مسترد
 نے عشرت کی خواہش مانی کہ سنا گیا کچھ
 محلہ میں ہے غالب شوقی گل شکوہ بھری
 ہے جنم چکس میں مری آندو بھوں سے
 ہے وہ مستوح و میر پریشانی مینا
 دھن دھن سے کہ گشتاں میں ناہ
 بسیداد و غار کہ کہ جاتی رہی آخر
 تمام کو شکایت کی بھی جاتی نہ ہے جا
 غالب تھا احوال سنا دیکھے ہم اُن کی

قریب کہ از سر فطرت چاہیے
 اک گز رنجی ہی شکوہ کی بات چاہیے
 ہر رنگ میں ہر گاہا بات چاہیے
 نہ تو سے قبل وقت جاہات چاہیے
 عورت پیش سب نے فطرت چاہیے
 غرضی ہی سے گلے چہ بات چاہیے
 سو رہتا ہے باغ و پیکر کی سگر گوں دوہی
 شمع ہر طرف تھا ایک دھار بھری دوہی
 سے دام نہا میں ہے کہ میر زہری دوہی
 کہ چکا افسانہ فراہمیں سو دھری دوہی
 سے نہ پلے رہتا ہی ہے چاک کچھ غول دوہی
 پلے بیٹھا ہے کدو چار جام دھری دوہی
 تھا وہ کہ ہم اس سے ہی بھی کھو دوہی
 گل آئے ہیں ہم ایسے نثار عہدوں سے
 یک بار لگا دو ہم نے میر سے بھوں سے
 زانوار نہ ہو تا طرقت ہیں بے بھوں سے
 ہر چہ مری جان کہ تھا بھلیوں سے
 میں جیتے ہی کہ اگر ہمارا نہیں کرتے
 وہ میں کے رہیں نہ ہمارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترافٹ سے فارغ کرنا
 خیر دنیا سے گریبان میں فرست سدا خانے کی
 کھلے گا کس طرح مضبوط کتب کا یارب
 پینڈا پر نیاس میں شہساز قاضی کا تاس ہے
 انھیں منظور ہے زلفیوں کا دیکھ آتا تھا
 ہادی سادگی حق القاضیت ناز پر مرنا
 کھد کوب حورث کا تھل کر نہیں سکتی
 کون کیا قربی بھڑا ہے ابابہ نے نہیں غالب
 حاصل سے فائدہ ہو پڑا ہے کہ نہ فرہادی
 اس شخص کی طرح ہے جس کو کوئی بھاد سے
 کیا تنگ ہم ترنگان کا بھان ہے
 ہے کائنات کو حرکت تیرے خلق سے
 جادو ہے یہ خیالی خاد سے لاد رنگ
 کی اس نے گرم سینہ اہلی ہوس میں دیا
 کیا خوب تم نے فیکر کو پور نہیں دیا
 رخصا ہے جو کسائی دوا دریا میں
 ہستی کا اعتبار بھی منہم نے شکیلا
 ہے ہاسے اعتبار و خادادی اس قدر
 درد سے میرے ہے کہ جو میری بسا ہے

وہ جو دیکھتے تھے ہم کو مسرت پیر ہے
 ملک کا دیکھنا قریب میرے ہوا تھے کی
 قسم کمان سے نکالنے کا قہر کے بھلے کی
 ولے شکل سے چٹائی میں ہزار فریبا ہے کی
 اٹھے تھے میری گل کو دیکھنا شوقی بھلے کی
 تر آتا تھا خاتم مگر قسیہ جانے کی
 مری طاقت کھانا تھی جس کا لانا خانے کی
 بھی کائنات نے جس سے ہم نے کی تھی بڑا نیکی
 دل میں گروں سے فوہی ہوئی ماسی
 میری سچے جہاں میں ہوں دریا تاسی
 جس میں کو ایک جہنم سے ہوا اس ہے
 پردے سے کتاب کھنڈ میں دلی ہے
 خالق کو میرے شیشہ ہے کنگا گلیں ہے
 اور سے نہ کیوں ہند کہ کھنڈ لنگان ہے
 بس پیر رہ جادو بھی مشیر بان ہے
 فرما خود ہے کشور ہند کستان ہے
 کس سے کون کو دل بھر کاشی ہے
 غالب ہم میں ہی فاش تھی اسرار ہے
 کیا ہوئی خاتم ترسی شکست شادی اسے ہے

تیرے دل میں گزرتا تھا اشرمِ سیم کا جو
 کیوں ہی نمودار کی کا جس کو تپا تھا خیال
 مگر میر کا آنے سے پہلے وہ قابض تھا تو کیا
 زنجیر سے لکے آپ و بھروسہ زندگی
 عملِ نشانِ اے ناہم بسد کو کیا ہو گیا
 شرمِ دہائی سے باغِ بیاغاب خاک میں
 خاک میں مٹی میں یہی بہت دل گئی
 ادا ہی تیغِ انا کا کام سے جا کر
 کس طرح کاتے کوئی شبِ اے ہر چہ حال
 گوشِ محرمِ پیام و چشمِ سرورِ جمال
 عشق نے کیا دھما غلابی ہشت کو رنگ
 کھشنگ میں نامِ بہتی سے باس سر
 چتا نہیں میرے دلِ قندہ کی بھر
 بیکوہاں سرورِ چپ تم کہاں تک
 ہے وہ فرور من سے بیکار
 لی جس قدر شبِ ستار میں غریب
 ہر کائنات کو بیکس سے فرست
 گوناغی سے لاندہ انتخابِ حال ہے
 کس کو ستاؤں صورتِ اچھا رکھ

تیرے ہر کس کی خمی مری نگہ داری ہے اے
 دشمنی اپنی خمی مری دوست داری ہے اے
 فکر کا بھی تو نہیں ہے پانہ داری ہے اے
 سن تجھے قہقہے اے اسٹاٹا ہے اے
 خاک پر ہوتی ہے تیری لاکھ داری ہے اے
 غم ہے الفت کی چھ پر دہ داری ہے اے
 اٹھ کھن دیا ہے داہ و ہرج داری ہے اے
 دل پہ کس گئے نیا پانہ داری ہے اے
 ہے نظر تو کر دانتہ داری ہے اے
 ایکٹل اس پر یہ نا ایدہ داری ہے اے
 رہ گیا تھا دل میں کہ بھول داری ہے اے
 شکریہ کہ اے قہقہے کی اس ہے
 اب گھبراہٹا ہے کہ کچھ ہی پاس ہے
 ہر نہ کچھ دین پانہ داری ہے
 ہر نہ داری کے پاس لی قہقہے ہے
 اس خمی مری کو گری ہی پاس ہے
 ہندو امریکا ہے تو کل اس ہے
 خوشی میں بیکری بات کہنِ حال ہے
 دل فرور من سے لاندہ داری ہے

کس کپڑے سے تائید پر دھڑلے خدا
 ہے ہے خدا کو است وہ خود دشمن
 انگلیں جاہل کہ بل کے قدم سے جان
 وشت چہیری عورت افاق تنگ تھا
 ہستی کے مت فریب میں آہانجہ کد
 تم چہ نکمے کی دہیں نکمہ نکمہ کلچم
 وہ وہ وہ وہ الم میں تو ختم ہے کہ خسر
 ایک جا عورت دھاکٹا تھا سوچی ست گیا
 ہی چھ لائق فنا کی تاجی پر دیکھی
 آگ سے دانی میں بجھتے خوش آشتی چھا
 ہے وہی بدستی ہر زمانہ کا خود خدا
 بحر سے مت کہ تو میرا کتا تھا اپنی زندگی
 آنکھ کی تصویر سے چہ گھنی ہے کہ نا
 وینس میں گزرتے ہیں وہ کہ ہے وہ یکے
 مری ہستی غلط ہیرت آباد تناس ہے
 نرس کی فیل میں کھتی کی کہ کانی اور
 دھاکے دھیراں ہے افاق ہنسلہ ہم
 دھاکے شامی اور شہ تپا ہے تو تپا ہے
 دم کہ عالم کو کیا ہو پس سب کشتہ

دمت کہ خود خود لب ہے سوال ہے
 اس شوق تھنل سے کھے کیا خیال ہے
 تاب زمین ہے نہ کہ تاب فرہل ہے
 دریا زمین کو مستی تپا ہے
 عالم تمام مستہ وہ عالم ہے
 نہ کہ وہ عالم سے کھتی ہی آگ وہی ہے
 دگر کھتری ہے داکو نیم سبھی ہے
 کتا ہر کتا کہ ہے خدا کا غلط ہر ہے
 ہم نہیں ہٹے خسر چہ خاشا ہر ہے
 ہر کئی دھاکٹا میں داکے تپا ہے
 ہم کے ہوتے سے خیر تپا تپا ہے
 زندگی سے ہی وہی میں ہر ہے
 جھک کھل ہوا ہے کہ اس کا کسے ہوتا ہے
 کھتا ہی کھتا کہ بدلتے نہیں ہوتا
 کھتے کھتے ہی ہوا میں عالم کا کھتا ہے
 وہی ہر ہی خسر ہے اور عالم ہر کتا ہے
 الزم دھاکے میں کاکسے کھتا ہے
 کھتے ہوا میں کھتا ہے کھتا ہے
 خیر ہوا میں کھتا ہے کھتا ہے

دل کی آواز دہن کی مکتی ہے میں
 چشم طرب غامضی میں بھی فنا ہوا ہے
 چشم کز عشاق ساز طالع ناما ہے
 دست گاہ روز غریب و جنوں دکھنا
 عشق کچھ کا نہیں منت ہی سی
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 یہ تو ہر نے ہی سے کیا رُسوائی
 ہم بھی دھن تو نہیں ہیں اپنے
 دلی ہستی ہی سے ہو کر کہ ہم
 عمر بخت کہ ہے برق ظرام
 ہم کوئی خواب وفا کرتے ہیں
 کہ تو دے اسے ٹکٹا بضاعت
 ہم بھی تسلیم کی تو ڈالیں گے
 پاس سے چیز بھل جانے اسد
 ہے کریم کی ہی کج بخش بڑا بکے
 نعرہ دے ہے اس کی اتنی نفس کو ہی
 ستارے کھل ہیں وہ دوا کی نیال
 کرتا ہے ہر کہ باران تو ہے جلیاں
 کھتا کسی نہ کیوں مرے دل کا سدا
 وندیاں ہے دلی سوچیں کی کشتی
 شرور تو کھنڈے کہ وہ شمس بخون ہے
 ناز گواہ گر ہشیر سنیا رہ کی آواز ہے
 یک دیا ہیں بسلا گل غریب پانا ہے
 میری دشت تری شربت ہی سی
 کہ نہیں ہے تو دوست ہی سی
 نے وہ بھرس نہیں غلت ہی سی
 فکر کو آج سے جنت ہی سی
 آگنی گر نہیں غلت ہی سی
 دل کے غم کی کئی دوست ہی سی
 نہ سی عشق صوبہ ہی سی
 آواز فریاد کی رخصت ہی سی
 ہے نیاز ہی تری عادت ہی سی
 گر نہیں دلی تو حسرت ہی سی
 بچ دلی ہے غنڈہ دلیاں نا کے
 بس کی حد ہو بسلا نہ برق غلت کے
 تاہر کشت سے نہ ہے نہا کے
 کشت کی ہے گت کی سے نہا کے
 شروں کے آفتاب نے نہا کا کے

زندگی اپنی بیست تریل سے گزری غالب
 اُس دن میں بکے نہیں رہی کیا کے
 دل ہی تو ہے یا سبہ دیاں سے لایا
 دیکھتے ہیں راز کو قہر آباد رہی سے
 بے خبری گزرتی ہے ہو گرنہ محض
 مقدار ہو تو خاک سے پھیں کہیں
 کس دور تھیں نہ تراشا کے دور
 صحت میں فیر کی نہ پڑی ہو کہیں نہ تو
 زند کی ہے مہربان مگر غریبی نہیں
 غالب جس کو کہنے گا جو ب کیا
 بقدر مصر قلعہ وہ انصاف ہے
 بیست سے ہے سرو شاہ ہوا سے
 زمیں ہوا ہے پاشا سے ثبات کا
 جادو بارہ خوشی دغاں کے شریعت
 نظارہ کیا عین ہو اُس رقی مسک
 میں نامزد اول کی تسلی کو کیا کہیں
 گزرا کہ سترت پہن نام بارے
 دیکھتے تھے کہ آپ اپنے دھنگ جانے ہے
 اتھو حوصل سے ہی گری گزری نہیں ہے

ہم بھی کیا یاد کر سکتے کہ خدا کہتے تھے
 عطار را اگر چہ اشارے ہوا کے
 میں اور چوں دہستے ہیں معا کے
 قوت ہوتی ہے ہر پہنہ تھا کے
 حضرت علی کی کہیں کے کہ ہم کیا کہیں
 تو نے وہ گنج ہائے گرانہ کیا کے
 کس حق سے صبر نہتے چا کے
 دیتے لگا ہے ہر سر بغیر اٹھا کے
 بھلے سے شمشیر میں ہے دغا کے
 مانا کہ تم کہا کے اور ہستیا کے
 اس سال کے ساپ کو برق آنا ہے
 بال ہمدرد حسودا میں شرا ہے
 تیرے جانے کی گزری نہایت کی تاج ہے
 خالق کو کہ ہے کہ گیسوی خوا ہے
 ہوش ہمارے کو میں کے تھا ہے
 مانا کہ تیرے بنا سے نہ کہ سا ہے
 قاصد پہلے کہ رنگ ہواں رجا ہے
 میں نے دیکھیں ہوا کہ ہر کو کھا جاتا ہے
 آجین نہ ہی مہا سے بگتے جاتے ہے

غیر کر یا رب وہ کیجے نگرین گستاخی کرے
 عشق کو ریت کا مسموم تار کھینچے جانیے
 دودھ پریشم بہ قریٰ بزم طریحے داد داد
 گرم سے طریحہ قحط پر وہ دھیر بادشہ
 جس گل بزم آرا نمایاں سن کر دل بکریاں
 ہر کے عاشق وہ پری بن اور نازک بن گیا
 عشق کو اس کے مصروف بھی کیا کیا تریاں
 سایہ پر راہ سے شل دودھ جھلکے ہم سے
 گرم فرما رکھا شل عشق نے لے لے
 نیکو رتھ وہ عالم کی جنت معلوم
 کثرت آواز دست سے چٹائی نام
 ہر گل کا قصہ سیر بھی کھلے اندر
 کارنگ ہستیوں کو دل دل ملتا ہے
 غریب آگ لکھن آباد بک عالم معلوم
 ہم سے نہ بے باقی کر ملن اظہار جانیے
 اک سا ہے وہ دھیر سے ہنوا غالب
 مدد کی بات کی مچنے کی سرت دل میں ہے
 دکھنا تو یہ کی تہ سے کہ جو اس سے کا
 گر ہے کہ کس کی لانی سے دے باہر

کر گیا جس کی آن سے تو شراب جانیے ہے
 ہل کی وہ حالت کی کھینچے گھر جانیے ہے
 قصہ جانا سے وہی کر تار پر جانیے ہے
 پر ہم سے کھینچے جانیے کہ پانی جانیے ہے
 شل عشق خدایا سے نہیں جانیے ہے
 رنگ کھلا جانے سے جانیے کہ جانیے ہے
 کھینچتا ہے میں قصہ جانیے کہ جانیے ہے
 پاس کھینچتا ہے میں قصہ جانیے کہ جانیے ہے
 قبہ جانیے کہ جانیے کہ جانیے ہے
 لے لیا جانیے کہ جانیے کہ جانیے ہے
 کر دیا کافران جانیے کہ جانیے ہے
 جب آسمان دے پانی لے لے
 بزم کی دست لے لے گرم دھیر ہے
 باوجود کہیں خواب گل پانی ہے
 درخشاں ہے جانیے کہ جانیے کہ جانیے ہے
 ہم جانیے کہ جانیے کہ جانیے ہے
 میں نہیں چنا کہ جانیے کہ جانیے ہے
 میں نے یہ جانیے کہ جانیے کہ جانیے ہے
 ذکر پر راہ سے ہنر ہے کہ جانیے ہے

بس ہم نہ اُسی خاک میں مل جاؤں گی
 رہا وہ کہیں کچھ نہ ادا کی کوشت ہے
 جلوہ زارِ شمشادِ حقِ محرابِ دل کی
 ہے دلی شادیِ غالبِ صمیمِ دل کی
 دل سے تری نگاہِ جگر تک اتر گئی
 شوق ہو گیا ہے سینہ غنائتِ غوغا
 وہ یادِ شہانہ کی جستجو کیاں
 اُٹنی پھرتے ہے خاکِ مری کو سے یوں
 دیکھو تو دلِ مستورِ بی اندامِ عشقِ حق
 ہر دھڑکن سے منِ جنتی شہد کی
 نفاذ ہے بھلی کام کیا وہ غالب کا
 فرود دہی کا قفسِ رُخ کیا رست کیا
 مارا زمانہ نے اسے غفلتِ حق میں
 نکلیں کہ ہم نہ رہیں جو ذوقِ فکر سے
 اپنی گلی میں بھر کو نہ کر دینِ بیدار
 ساقی گری کی شہرہ کہ وہ حق و زمام
 حق سے تو کہ کلام نہیں لیکن ملے نایم
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ جنوں سے کیا کیا
 لازم نہیں کہ غمِ سرِ کج ہم ہر روی کہیں

یہ جگہ فتنے جاری ہی ہے مکمل میں ہے
 انھیں بکنا ہمارا ہر قسمِ منزل میں ہے
 فتنہ شہرِ قیامت کس کی آبِ داغ میں ہے
 ہم کو اپنی تشاہیر کہ کس شکل میں ہے
 وہ لوگ اک ہمارے مضامینِ کفر گئی
 ملکیت پر وہ داریِ رنجِ بیکر گئی
 اُٹھیں بس اب کو لڑتے وہ بیکر گئی
 بے لاپ نہ ہوا بیکسِ بالِ بیکر گئی
 میں مستدامِ بارگاہی کیا گلِ بیکر گئی
 اب قبروں کے شہیدِ اولیٰ بیکر گئی
 سستی سے ہر گتھے رخ پر بیکر گئی
 کل تم گئے کہ ہم بقیامت کو بیکر گئی
 وہ دلوں کے کہاں وہ جوانی کو بیکر گئی
 حورِ اہیِ خلد میں تری صورتِ مگر سے
 بیکھو بے خلق کو کیوں تیرا مگر سے
 ہر شبِ بے پای کی شہرہ سے جوق سے
 یہ رسمِ کیمہ مگر ناسِ بہت سے
 نصرتِ کشاکشِ قریبِ پناس سے مگر سے
 تاکہ اک بزرگ ہیں ہم سفر سے

شے مسکائی کہ چھوٹا دل دیکھا
 کوئی دن گزرتا گئی اور ہے
 آتشیں دماغ میں ہر گز کی کسل
 بار بار دنگی ہیں ان کی کہکشیوں
 جہ کے خاتمہ دیکھتا ہے نہ رہ
 کا طبع ہمارا ہیں کشتہ و نجوم
 ہر کچھیں غالب جانیں بہ تمام
 کوئی تہیہ نہیں آتی
 سوت کا ایک دن نہیں ہے
 لگے آتی تھی مالاں پہ ہنسی
 ہاتا ہوں خواب طامش نہ
 ہے کچھ ایسی ہی بات ہو چکیاں
 کیوں نہ چھوڑ کر یاد کرتے ہیں
 دلیر دل گزشتہ نہیں آتا
 ہم دماغ میں سے ہر کوئی
 رہتے ہیں آئندہ میں رہنے کی
 کہیں کس بند سے ہوا کے طالب
 دل ناداس تھے ہوا کیا ہے
 ہم ہیں مشتاق اور وہ دیندار

تم کہ کہیں ہو غالب آشتہ سرے
 اپنے ہی میں ہم نے خالی ہو ہے
 سوز غم اسے نہ ہسانی ہو ہے
 ہر کچھ اب کے سہ گرائی ہو ہے
 کہ تو یہ عین ام نہ رہا ہو ہے
 وہ جانے آشتی ہو ہے
 ایک مرگ ناگمانی ہو ہے
 کوئی صورت نظر نہیں آتی
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
 اب کسی بات پر نہیں آتی
 طبیعت راسخ نہیں آتی
 وہ کیا بات کر نہیں آتی
 یہ سہری آواز گر نہیں آتی
 تو بھی سائے چاند گر نہیں آتی
 کچھ ہماری ہوس نہیں آتی
 سوت آتی ہے پر نہیں آتی
 ستر زم مستکہ گر نہیں آتی
 آخر اس درد کی دوا کیا ہے
 یا الہی یہ ماہوس کیا ہے

میں بھی منہ میں نہ پاں رکھتا ہوں
 جسکے تجربے نہیں کوئی ہو جو
 نہ پرانی پسند لوگ کیجے ہی
 فلکین زلف منہوں کیوں ہے
 ہنر و دل کس سے آئے ہیں
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
 اس جیسے کہ ترا جیسے ہوگا
 جان تم پر خستہ کرنا ہوں
 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
 کہتے تو ہو تم سب کو بت قاہرہ آئے
 ہوں گلشنِ نزع میں طغیانی بہت
 ہے صاف و شعلہ سب صاب کا علم
 ظاہر ہے کہ گہر کے نہ جاگیں گے گہریں
 جھوٹے ڈرتے ہیں دوا خط سے جھگڑنے
 اس اہل طلب کوں سے ملنا نہ پخت
 اپنا نہیں وہ شبیر کہ تو اس سے نہیں
 کی ہم غصوں نے اتر کر یہیں غصہ
 اس لکھن ناز کی کیا بات ہے غالب
 پھر کہ ملک دل کو بیخیزی ہے

کاش بچہ کہ مدد کیا ہے
 پھر نہ ہلکا اسے خدا کیا ہے
 منہ زور و مشورہ ادا کیا ہے
 رنج و چشمہ سحر سا کیا ہے
 ابر کیا چہرہ ہے ہوا کیا ہے
 جو غصیں جانتے دغا کیا ہے
 اور درویش کی صدا کیا ہے
 میں نہیں جانتا دغا کیا ہے
 صفت اتھ آئے تو ہوا کیا ہے
 ایک مرتبہ گہرا کے گہر کوئی کر دے آئے
 بلکہ بڑھنوں پر وہ رستہ پہنچے تو آئے
 آنا ہی بھوک میں مری آنا نہیں گوارے
 ہاں منہ سے کہ بار بار دہشتیں کی ہو آئے
 ہم کہے ہوئے ہیں اُسے نہیں میں جس میں آئے
 دیکھا کہ وہ دغا نہیں اپنے ہی کو گہر آئے
 اُس صدمہ نہیں بار تو کیجے ہی کہ ہو آئے
 اپنے رہے آپناں سے گر گھر کو ڈھو آئے
 ہم بھی گئے دلاں اور نری تقدیر کو دے آئے
 سینہ جو اسے زخم کاہی ہے

پھر جگر کھودنے لگا تاغی
 قبلہ مقصد و گھاہ نیاز
 چشمہ دانی بنسب ہوئی
 وہی حد رنگ ناز و فرسان
 دل ہو لے ظالم ناز سے پھر
 جلوہ چسپ عرض ناز کرنا ہے
 پھر اسی کے دعا پر مرتے ہیں
 پھر کھٹا ہے در عالت ناز
 دوسا ہے جہان میں اندھیر
 پھر دیا پارا جس گرنے ہوا
 پھر ہوتے ہیں گواہ عشق طلب
 دل و دلوں کا جو مقدار تھا
 نکلادی ہے سب نہیں غالب
 بنوں خست کیں تکیں نہ ہو کر شعلہ کی
 کشاکش سے جتنی سے کہے کیا سنی تھی
 پس از مردن بھی وہ لذت ناز گاہ تھا کہ ہے
 لکھو ہوش ہے سزا فریادی زید او و لبر کی
 رگبرگی کہ خاک پر شہت بنوں بھلی پختے
 بار پختہ شاہ باد بائی شستی سے تھا

آہ فسیل و کار کی ہے
 پھر وہی پردہ ماری ہے
 دل سسر بار دانی غماری ہے
 وہی حد گور انگلیاری ہے
 محشرستان بیقرار کی ہے
 دوزخ بار بار چاہی سپاری ہے
 پھر وہی زندگی ماری ہے
 گرم بار بار دوزخ ماری ہے
 زلفت کی پیر چرشت ماری ہے
 ایک سستہ کو آہ و نانا دی ہے
 انگلیاری کا حکم جاری ہے
 آج پھر اس کی دیکھاری ہے
 کچھ تو ہے بھی کچھ داری ہے
 تک پانچ تازی دل ہے لذت نامگی کی
 ہونی زنجیر جو کب کو فرصت مروت کی
 شہر سک سے تربت پیری کی فغان کی
 بیاد خفا و غم ناچر سچ شہر کی
 گرچہ دے کھائے داند و ہنک دکان شہر کی
 ہوئی مجلس کی گری سے دانی و ہنک کی

کہوں یہ خداوندی پرانی عرض کیا قدرت
 کہیں نگہ خداوندی کے لیے کہ مجھے فہم نہ
 چکا تھا میں سے کجک نہیں کہہ سکتے
 یہاں تھا وہم سخت قریب کب شایان کے
 ہستی چاہی اپنی غما پر دوسل ہے
 سختی کشاں میں کی ہو چکے ہے کیا خبر
 تیری وفا سے کیا ہو کمالی کہ ویریں
 کھتے رہے جنوں کی کھلیات غوں کا
 اندر ہی تیری شہی خوب کے یکے ہم سے
 اہل جہاں کی فتح ہے ترک خبر و شش
 آئے ہم میں چوہہ ہمارے سپرد تھے
 چوہہ نہ کہ نہ ہم نے گمانی برائی کی
 جو نہ تھو داغ دل کی کرے غلط پاسبانی
 لکے اُس سے کیا توقع بڑاڑ جوانی
 رہیں دکھ کسی کو رہا نہیں خوب اور نہ کتا
 لکھت کسی پر شہب نام کا جوش ہے
 نے مرزا و سال نہ نگار نہ جمال
 نے کیا ہے حسن غولدا کو بے جہاں
 گوہر کہ جھنڈ گر دیں خوباں میں کیہنا

کہ طاقت از گمانی نہ شے سے پہلے ہر شے کی
 مری قسمت و نصاب کیا دخی دیوار چرکی
 چھڑا زادہ لکھا اسنے ہی کم ہوئے
 نہ شے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
 یاں نگہ سے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے
 وہ آگ رفت رفت سہرا نام ہوئے
 تیرے ہوا میں ہم پست سے سحر ہوئے
 ہر چند میں ہوا تھا ہمارے سحر ہوئے
 اجڑاے ہلال میں کئے رازق ہم ہوئے
 جو پاؤں نہ گئے وہی سن کے ظہر ہوئے
 جو سن گئے کئے سو وہیں لگے ہم ہوئے
 سانس ہونے تو عاشق اہل کر ہوئے
 تو طرد کی نشان ہے بہ کہیں بے زبان
 کہیں کوہ کی میں جس نے نہی مری کہانی
 کوہ سے حد کو پار پے میری زندگانی
 کہ شمع ہے اہل محسوس خوش ہے
 نکلت ہوئی کہ آسشتی چشم و گوش ہے
 لے شوق یاں اجازت سلیم ہوش ہے
 کیا اونچ پرستارہ گوہر فردوش ہے



داغ قرآن صبرت شب کی بجلاہوں کہ سچ رہا کی سوز ہی خوش ہے

ویدار یاد ہو سلا ساقی نگار مست
 لئے تازہ دار میں کہاں ہوا ہے دل
 کو کہہ سکے جو دردِ مرست نگار ہو
 ساقی بے سلا و غریب میں آنکھیں
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ ہلا
 نصیب غلام ساقی و ذوقِ مدد ہے چنگ
 یا صبح دم ہو دیکھے آنکھ تو بزم میں
 داغِ مستراقِ محبتِ شب کی ملی پہلی
 آئے ہیں غیب سے یہ مضامیرِ خیال میں
 نہ ہوئی اگر مرست مرنے سے تسلی نہ سی
 غارِ غمِ امِ مرست ویدار تو ہے
 بحرِ رستاں کہنے نہ سگتے ہی جتے
 طعشِ قیس کہ ہے پیشِ وچلِ صحرا
 ایک ہنگام ہے نہ آفت ہے مگر کی ہفتی
 نہ ستائیش کی آتنا نہ بھلے کی پروا
 مشربِ محبتِ خواں ہی نیست کج
 بہ نشاط سے ہمارے چلے ہیں ہم آگے
 تھانے تھا بھلے پاؤں خرابِ ہوا آفت
 قہرِ زمانے ہوا ہی نہتِ بادِ عشق کی سستی

بزمِ خیال بے سلا فبے فروش ہے
 زخماں اگر قیس ہیں تاسے فروش ہے
 میری سنہرے گوشِ نیست فروش ہے
 مطربِ ہنسِ پہلی تکیں فروش ہے
 دہلیزِ باغبان و کعبہ گل فروش ہے
 یہ جنتِ نگار و فرا کو بس گوش ہے
 لئے وہ سرور و نمود نہ ہوش فروش ہے
 اک شمعِ نہ گئی ہے سو دہلی فروش ہے
 غالبِ مر مر غارِ غم سے فروش ہے
 احسنِ دہلی و قی تو رہی نہ سی
 شوقِ چنگیزِ گلستانِ تسلی نہ سی
 ایک دن کہ رہا بزم میں ساقی نہ سی
 گزشتیں طبعِ سب کا زلی نہ سی
 نو نہ غم ہی میں خستے شادی نہ سی
 گزشتیں میں کئے اشار میں سنی نہ سی
 نہ رہی غالب اگر کھر طبعی نہ سی
 کہنے بھلے سے رہاں ہے وہ تمام کے
 خطا خواب تھا بس نہ جیل کا ستار کے
 و گر نہ ہم بھی اٹھاتے تھے ذہنِ الم آگے

خدا کے واسطے اور اسے بخون شوق کی دینا
 یہ فرم کر جو پریشانیاں ظاہری ہیں ہم نے
 دل دھج کر ہر باتیں ہا یک سوئے نہیں ہے
 قہر و غصہ کئے کی بھٹکاتے ہیں غالب
 شکوے کے نام سے ہے ہر غما ہوتا ہے
 ہائیں میں جھگڑوں رانگتے جیسے بابا
 کو سمجھتا نہیں پر مسکین غافلی دیکھو
 عشق کی راہ میں ہے ہر کوئی کوکب کی پال
 کیوں نہ بھڑی دھن تا کوکب یہ آکر ہم
 خوب تھا چلتے سے ہوتے ہر دم چٹھ ہلہ
 ہلا رہا تھا قہر سے عرض سے بیرون رہا اب
 غار سے راگ دہ سے بار بار ہر دم سنی
 اپنے شہناو کو ایک سپر دہ سے ہم
 سات انجم کا مابل ہر ستر ہم کیے
 ہر جگہ میں جہ و جہ سے ہوتا ہے غل
 میں ہر کسٹرا ہوں نہ نہیں غل غل میں
 لکھنے غالب لکھنے صبح غل میں صحت
 ہر نیک بات پہ کہتے ہر دم کو کو گیا ہے
 نہ شکور میں نہ کر نہ ہر دم میں نہ دہ

کہ اس کے دل پہ پہنچے ہیں ہر دم سے ہر گے
 قہر سے لڑنے سے لڑا اسے غم غم لگے
 ہم لڑنے لڑیں جسے بھٹکاتے ہیں کدھر گے
 ہر جگہ کاتے تھے ہر جگہ جان کی لڑ گے
 یہ بھی ہے کہ کہ جو کیے تو گاہ ہوتا ہے
 ایک ذرا چھڑنے پر ہر جگہ کیا ہوتا ہے
 ٹھکڑا جو ہے کدھر گم چھڑتا ہے
 سخت درد کیے کوئی آلبا ہوتا ہے
 آپ اٹھاتے ہیں گر تیر غما ہوتا ہے
 کہ ہوتا پاتے ہیں اور نرا ہوتا ہے
 لب تک آتا ہے جو یہی دہا ہوتا ہے
 شاد کی تباہی میں نہ کدھر ہوتا ہے
 تیرے گم کو کس سے لگا ہوتا ہے
 تو دہا شکور کا ترے غل ہوتا ہے
 آستان پر تہہ رہا ہے سا ہوتا ہے
 یہ بھی تیرا ہی کرم غل اسٹرا ہوتا ہے
 آج کی دہا دہا دہا دہا دہا ہوتا ہے
 نہیں کہ کہ انہم گھٹسٹ کیا ہے
 کوئی تباہ کہ دہا شجہ غل کیا ہے

یہ رنگ چکر ہے اس کے ہم جنم ہے
 چکر دیا ہے بدی پر تو سے ہی
 جلا ہے ہم جہاں کی ہی جگہ
 رگوں میں دائرے مرنے کے ہم جنم
 دو چرخ میں کے ہم کو یہ بہشت عزم
 ہیں غریب اگر غم بھی ہو کہ لی دا چہر
 رہی نہ طاقت گشتار اور اگر یہی
 ہوا ہے شکار کا سب چہرے چہرہ
 ہیں انہیں جو نہیں تو کہ نہ کہیں
 قفس ہو یا بلا ہو جو کہ ہو
 میری قسمت میں اس گشتار کا
 آئی جانا دو راہ پر غالب
 اگر مری جان کو استوار نہیں ہے
 دیتے ہی بہشت جہاں ہر کہہ جے
 گریہ لگائے ہے تری دم سے کہ
 ہم سے بہشت ہے گاہ در گشت غلام
 دل سے اٹھا طوطی جلد اسے سانی
 قتل کا یہ ہے کیا ہے حمد تو ہر
 تو نے قسم ہے کہی کہ کھاں ہے غالب

دگر نہ خوف بہ آموزی ہوا کیا ہے
 ہوا ہی جہاں کہ ہوا ہوا کیا ہے
 کر دے ہو جو آپ کا ہر کیا ہے
 جہاں سے ہی نہ لگا تو ہوا کیا ہے
 سوائے بارہ گناہ چھو گیا ہے
 پیشہ و حق و گناہ و سب کیا ہے
 تو کہیں سب وہ کہے کہ گناہ کیا ہے
 دگر نہ شرم غلب کی آہ کیا ہے
 چل گئے ہو سے ہے ہوتے
 کا سب کے تم سے ہے ہوتے
 دل ہی راہ کئی دے ہوتے
 کوئی دن اور بھی ہے ہوتے
 طاقت ہر دم و نظار نہیں ہے
 شہ بہ امان فساد نہیں ہے
 اسے کہ روئے بہ اختیار نہیں ہے
 خاک میں مٹائی کی جہاں نہیں ہے
 غیر کی تائید سب راہ نہیں ہے
 دے مگر حمد استوار نہیں ہے
 تیری قسم کا کہ اعتبار نہیں ہے

جرمِ خم سے جس تک سرگئی کہ ماہل ہے
 غصے نام سے طعنے ڈالتے زخمِ دہری کی
 وہ گل ہر گشتِ برون و زوالی کرے غالب
 پاؤں دامنِ ہوا میں بسکریں سداوند
 دیکھنا حالت کے دل کی ہم غرضی کلفت
 نہیں مرادِ سادہ تنگ نکاحیت کچھ نہ چوم
 ہم زخمِ سیرتِ تازہ سے گنار میں آوے
 تلنے کی جلی سادہ چوریں سنندھ و ہنوم
 تب تازہ گراں ماہی تنگ بہا ہے
 لے لے لے لے نکاحیت کی اجازت کر گنگر
 زورِ پشیم نسوں کر کا کر پائے تارار
 کاتوں کی زبان ہو گئی بیاں سے سبب
 مردان کیچھوٹ شکستہ جب تین تارک
 خارنگر کا کسکسٹ جو گر ہو کس زور
 تب پاک کر بیاں کا مزہ ہے ال بھلی
 آنکھ ہے سینہ مراد زناں سے
 گلین سنی کا طعنے شرم کر کے
 شمسین مرگرم بہ چنگم کمال اچھا ہے
 ہوس دیتے نہیں ہر دل پہ ہے ہر خط گھاو

کہ تار دامن و تارِ نکر میں فرق شکل ہے
 ہیروت کہ پاس رو سے ہوا دلِ خالی ہے
 بکھا خنجرِ دل کا صدا ہے خدا دل ہے
 غارِ پا میں ہر آئینہ زانو کے
 ہے گیارہ آئینہ تیرا سر ہر سو کے
 ہے یہی جیتر کا گوشت پیچھے سے تو کے
 ہاں کاچھوڑ سب دھار میں آوے
 تو اس تو گشت سے ہو گلاز میں آوے
 بہ لست بکروڑ تو ہمار میں آوے
 کہ لکھ کو نہ بھی مہرے تار میں آوے
 غلی کی لکھ آئینہ گشت تار میں آوے
 اک تیرا ہوا ہی نہ ہمار میں آوے
 آفریں غم مسکے تار میں آوے
 کہ شاد گل زلف سے باہر میں آوے
 بہ یک نفس بھا ہوا ہر تار میں آوے
 لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 ہر خط کہ غالب سے ہمار میں آوے
 اس سے پہلے رہے رشید بھال اچھا ہے
 یوں میں کہتے ہیں گفت لے لے لے لے لے

اور بازو سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
 ہے طلب ہیں تو مرزا میں سوا غائب ہے
 ان کے گنگے سے برآہانی ہے سر پر زلف
 دیکھنے پاتے ہی عشاق جن سے کیا فیض
 ہم جن تیشے نے فراد کو شیریں سے کیا
 تھوڑا دیر میں جو مل جائے تو دیر ہو جائے
 خضر سلطان کو رکے خالق اکبر سبب
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
 غیر لیکن میں ہوسے جام کے
 عشقی کا تم سے کیا شکوہ گویہ
 غلامیوں کے گر پڑے طلب کہ نہ ہو
 رات ہی نہ زخم پڑے اور جسم دم
 دل کو آنکھوں نے چننا کیا اگر
 شاہ کے ہے خصل صحت کی خبر
 عشق نے غالب کھٹکا کر دیا
 پھر اس انداز سے سارا آئی
 دیکھو اسے ساکنین غلام خاک
 کہ ان میں کوئی ہے مستعار
 ہنسے کہ جب کہیں جگہ ملی

ساغر جسم سے مراد جام حال چاہے
 وہ گھاہیں کہ نہ ہو خوشے حال چاہے
 وہ گنگے ہیں کہ میرا کار حال چاہے
 اک برہمن نے کہا ہے کہ سال چاہے
 جس طرح کا کہ کسی میں کمال چاہے
 کام چاہے وہ جس کا کہ آں چاہے
 شاہ کے بالغ میں یہ تازہ جنت الی چاہے
 دل کے خوش گنگے کو غالب خیال چاہے
 ہم ہیں یوں تشنہ لب بہ بنام کے
 بھگت نہ ہے جس پس منی نام کے
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے جسم کے
 حوصلہ جتنے جاؤں تمہارا دم کے
 یہ بھی ملے ہیں تمہارے دم کے
 دیکھئے کب دن چسپری خام کے
 وہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
 کر سنے ہر دور تہا شانی
 اس کو کہتے ہیں مسالم ازنی
 نہ کہیں علی چسپری بیستانی
 بن گیا شائے آب پر کافی

ہرزہ دل کے دلچسپ کے لیے
 ہے جو ایسی شراب کی خیر
 تیرا دنیا کو جو خوش غالب
 تیرا دوست ہیں یہاں داغ بھر جالی ہے
 دنیا و عالم الہی رحمت کے نہ ہونے سے
 کہ وہ شفا ہے کہانی میری
 نقشِ حسرتِ خونِ بے روچ
 کیا یہاں کر کے مراد بچلے یہ
 ہوں زخموں کا پیرا ہے خیال
 تھکال ہے عتال میرا
 قدر سنگ سسورہ دیکھوں
 گرد بارو سے تابی ہیں
 دہنِ شمس کا جو نہ مسلح ہوا
 کر دیا صفت نے ماہر غالب
 عشقِ نازِ نیت طرازِ ہاتھوں قیہ
 خود بدخو کہ تھیر کر گھاٹا جانے
 وہ تپ عشقِ تناسل ہے کہ پھر ہے شمع
 گلشن کو تری صحت ازیکہ خوش آتی ہے
 دامنِ کنگرہ استغاب ہر دہے جندی پر

چشمِ بگرسک وہی ہے بیتان
 بارو کوشی ہے بارِ پیرانی
 مشا و دیندار سے شفا پائی
 نگہ پلوتی کچھ تو جا میری جہی خالی ہے
 بھرے ہیں تیرا دم و جوش کا کافی ہے
 اور چہرہ جہی نہانی میری
 دیکھ خوشی با نشانی میری
 مگر اسشتہ بیبانی میری
 بھول جانا ہے نشانی میری
 رک گیا ایک روانی میری
 سخت درخس بنگانی میری
 صبر شوق ہے بانی میری
 کھل گئی تیرا سانی میری
 نگہ پیری ہے جانی میری
 پات طافوس پہلے قاتل شگے
 خم و اسناد کر اسشتہ پوئی شگے
 شعلہ آغوش بگر بیٹہ دوانی شگے
 میرے لیے کمال ہونا آغوش کشانی ہے
 یان تارے کو اور ادا دوائے دانی ہے



گلشنِ شانیہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا خاکِ ہوتی و پتھری لالکاری لئے لئے

از بس کہ کھانا ہے غمخیزا کے اندازے
 میں زخم کی جو کھتی جو تیر ہر نو کی
 اچھا ہے سہرا گشتِ شبانی کا حضور
 کیوں آتے ہو عشاق کی بے ہوئی کے
 دشنے نے بھی نہ دکھایا ہو جگر کو
 صد جیت اور ناکام کہ اک مرتبہ غالب
 یہاں پر پشت گرئی آئینہ اسے ہے ہم
 آفریں گل کشورہ بر اسے دودھ ہے
 ہے وہل جگر عالمِ مست کی غمخیزا میں
 اس لب سے دل ہی جانیکا ہو سکی تو دل
 چاہیے انھوں کو جتنا چاہیے
 صحبتِ دنیاں سے واجب ہے غمخیزا
 چاہیے کو تیرے کیا بھلا قادیل
 چنگ مت کر غیب ہے آدابِ گل
 دوستی کا پردہ ہے بیگناہی
 دشمنی نے میری کھو یا فکر کو
 اپنی رزوائی میں کیا جلتی ہے سی
 منظرِ مرتے پہ ہو جس کی امید
 غافل بن رہے توں کے واسطے

جو داغ نظر آیا اک سپشتم نمان ہے
 کھ دیکھو یا سب سے قسمت میں ہو کی
 دل میں نظر آئی تو سناک ہو نہ ہو کی
 یاں تو کوئی ستا نہیں سنس رہا کو کی
 ٹھہرنے کسی بات نہ ہو بھی ہو گئی
 سرست میں سہلیک رہتا مسرور ہو کی
 حیراں کے جوئے میں دل ہے قرار کے
 اسے غمخیزا پہل کر چلے دن بھر کے
 عشقِ شوق و عاشق ویران چاہیے
 شوقِ غمخیزا ویرانست دند لڑ چاہیے
 نہ مگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے
 چاہیے اسے کو گھینچا چاہیے
 ہاستا اس سے ہی بھا چاہیے
 کہ آدھر کا بھی مستاد چاہیے
 نہ چھپانا ہم سے چھوڑ چاہیے
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
 یا رہی بنگلہ سر آگرا چاہیے
 تلامیہ دی اس کی دیکھا چاہیے
 چاہیے دلا بھی اچھا چاہیے

چاہتے ہیں خور و یوں کو اسد
 ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں ہو سے
 دوس منوں کا سٹا بہ کاغل خوشتر
 و شبت کا ترش دل سے شب تنگلی میں
 غم و شاق نہ چوسا دلی نہ سوز تیاں
 اڑا کر سے چارہ صحرے ہوں
 ہے خوری پرستہ رسید فراغت ہوج
 شوق دیدار میں گر آئے کھنکھن ملے
 ہے کسی اسے شب ہر کی شبت چہ ہے
 گدازنی سال و صبر نہ رہیں تو سے
 نگہ کر م سے کون کی بچتی ہے اسد
 لکھیں چہ ہر دلی کی کہ سنائے نہ بنے
 میں نہ آتا ہوں کسی کو اگر سے چہ دل
 کبھی سما سکیں چہ نہ نہ صبران بٹنے
 غیر ہر جا ہے لیکن تہہ کا کہ ہر
 اس نہ ناک کا ہر ہر ہر ہر ہر ہر
 کہ سنے کہ کہ یہ جلوہ گری کی ہے
 روت کی ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر
 ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

آپ کی صورت تو دیکھا ہے
 میری رفتار سے جدا ہے چہ ہاں کہ ہے
 ہے نگہ ہشت شہر نہ ہاں کہ ہے
 صورت تو دیکھا ہے کہ ہاں کہ ہے
 کس قدر قادیانہ چہ ہاں کہ ہے
 صبر ہے شہر کہ ہر ہے چہ ہاں کہ ہے
 پڑے سناے کی ہر ہے ہر ہاں کہ ہے
 ہر گہ شہر کی شہر ہر ہاں کہ ہے
 سناے شہر ہر ہے چہ ہاں کہ ہے
 آئندہ ہر ہے یک دینا ہر ہے
 ہے چہ ہاں کہ ہے شہر ہر ہے
 کیا ہے ات چہ ہاں کہ ہے
 ہر ہے ہر ہے ہر ہے ہر ہے
 کاش ہر ہے ہر ہے ہر ہے
 کون تو ہے کہ کیا ہے تو ہے
 ہر ہے ہر ہے ہر ہے ہر ہے
 ہر ہے ہر ہے ہر ہے ہر ہے
 ہر ہے ہر ہے ہر ہے ہر ہے
 ہر ہے ہر ہے ہر ہے ہر ہے

عشق پر نذر نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
 چاک کی خواہش اگر دہشت بہ مرانی کرے
 جوتے کا تیرہ وہ عالم ہے اگر کچھ خیال
 ہے شکست سے بھی دل ہوید یا یہ کب تک
 یکدم گر چہ شہرست ناز سے پائے شکست
 غلامی میں سے لکھا ہے نہایت کائنات نے وہ
 وہا کے خواب میں تھیں اضطراب توٹ
 کرے ہے قتل لگاوت میں تیرہ دوریا
 دکھا کے جنہیں لب ہی تمام کر بسکہ
 پاد سے ایک سے ساتی جو ہم سے غریب
 اسد خوشی سے مرے آقا پاؤں چل گئے
 تیش سے میری تھکے نگلش پرتا رہتہ ہے
 سرنگب سر سحر دادہ نور میں دامن ہے
 خوش آتھال و خوشی عبادت کو تم آئے ہو
 ہر طرف سے ہوش اضطراب سے تنہائی
 ابھی آئی ہے نوبانی سے کل تھکے گلبرگ
 کہوں کیا دل کی کیا مانگے میرا ہر خواب
 نظر ہے دشت کائنات کب کہیں نہم ہائے
 بھاس نہیں کی کہ اتنی شور و نا غالب

کو لگائے نہ لگے اور بھگائے نہ بھگے
 مٹی کے ہاتھ زحمت دل گر بانی کرے
 دید اول کو نواز ست گواہی کرے
 آئینہ کو در حشر میں گراں بانی کرے
 سوتے شیش دیدہ سافر کی مرگانی کرے
 ایک تھر سطر ہے جو کہ پریشانی کرے
 دلے کے تیش دل پہل خواب تو سے
 تری طرح کوئی تیغ نگو کو اب تو سے
 نہ سے جو سوتوں سے کہیں غیب تو سے
 پیاد اگر نہیں لڑتا نہ سے شہر اب تو سے
 کہا جو اس نے نہ میرے پاؤں اب تو سے
 مرا سر پہا بلیں ہے حراتی بابہ بستر ہے
 دل ہے دست اپا آلودہ بر کمر و بستر ہے
 فروغ شمع بلیں طالع بسیدہ بستر ہے
 شمع آفتاب چچ کشہ تار بستر ہے
 جاری دیدہ کو خواب نہ لہنا عار بستر ہے
 کہہ کہانی سے ہر اک تار بستر نام بستر ہے
 غور و دہشتی لغت ہے تو دشمن دہشت ہے
 دل میں سرور کے کاستہ پر کون دہشت ہے

فریاد کی کوئی نے نہیں ہے
 کیوں ہوتے ہیں باغبان تو بے
 ہرچہ ہر ایک شے میں ہے
 ہاں کھڑی دست فریبستی
 شاوی سے گر کر خم ہو سے
 کیوں رونق کسے ہے زلف
 ہستی ہے نہ کچھ ہم نے غالب
 نہ وہ نہ سہم ہر مست دل کا
 بہت غم میں تھا گل نے تیرے چہرے کی
 ہم رنگ کا اپنا بھی گوارا نہیں کرتے
 اور وہ انھیں خبر سے ہے رونا خانی
 نہ باعث فوجی اور پاپ ہوس ہے
 کہ ہے بارہ تیرے ہاں گہکے خون
 کبھی تو اس دل شہید کی بھی دلائے
 پہلے گر: تھے نامہ اسے پہلے زور
 اسد ہے ننگ میں چل رہا قار سے خدا
 کیوں نہ تو چشم بکلی کو تھا گل کوئی ہو
 مرتے تو نہ دیکھنے کی آرزو نہ چاہی کس
 ماحیہ گل دیکھ نہ لے یا یاد آیا اسد

بار پائو تے نہیں ہے
 گر داغ گلے سے نہیں ہے
 پر گھسی تو کوئی شے نہیں ہے
 ہرچہ کہیں کہے نہیں ہے
 اسی ہرچہ تو سے نہیں ہے
 تھے بے پائوں کی تے نہیں ہے
 آخر تو کیا ہے لے نہیں ہے
 کہ اس میں جڑ ڈالنا اس جڑو ہلکے
 وہ ایک لگ کر بگاڑ کا دے کم ہے
 مرتے ہیں دلتوں کی تہا نہیں کرتے
 کا ہر کا یہ پردہ ہے کہ ہر دیا نہیں کرتے
 غالب کو بڑا کہتے ہر دیا نہیں کرتے
 غلام یہ اسد ہر گاہ بگھیں ہے
 کہ ایک مرتے صورت پرست بائیں ہے
 کہ گوش گل خم شبنم سے نہ آئیں ہے
 تمام ترک مہاسب وہاں نکلیں ہے
 یعنی اس چارہ کا تھارے سے نہ پرہیز ہے
 داسے ناگاہی کہ اس کا کار کا خبر تیز ہے
 ہر شش فصل ہمارے ششیاں چھریز ہے

دیا ہے دل لگائیں کہ ہر شے کیا کیے
 یہ خدا کو آج نہ آئے ہو رشتہ بن نہ ہے
 سچے سچوں کو دے گا گناہ سے کتاب
 نہ کہ کہ شکر ابرو سے لکھا ہے ہم کو زب
 ہم کے کہتے ہیں ہمارے وہ پرستیں مل
 نہیں نہیں ہے ہر شے دفا کا لیسال
 انھیں ملے زلم جس سے کہیں لڑیے
 صد سزا کے کھل گئی ہے کیا کیے
 کہا ہے کہ ہے کہ غالب نہیں لگن
 دیکھ کر درد گرم دامن افغانی کے
 بن گیا چلی گھر بار کا سنگ بناس
 کہیں نہ ہو کہ افغانی مل گیا کو بیج ہے
 میرے غم غم کے کہتے ہیں ہم کہنے لگی
 بد گلیں جو تارے وہ کا فر نہ ہو تاکہ لگے
 دے دے دے ہی شور شرعہ نہ ہم چھو دیا
 وہ دے دے کہہ دے کیا انہاں سے
 ہلی نہ تلو افغانی ملی جباری وہ وہ
 دی ہے یہاں کہن نے اندر نہ زندگی
 یاد ہے شادی میں لگی ہلکے زاروب کے

ہوا رقبہ تو ہو نہ رہے کیا کیے
 قضا سے لگے ہیں کہ ہر شے کیا کیے
 اگر نہ کہے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کیے
 کہیں کے ہی نہیں ہر شے کیا کیے
 کہ نہ کہے کہ کسیر وہ گز ہے کیا کیے
 ہوتے انھیں کہ ہے کہ ہے کیا کیے
 ہیں وہ اب سے قطع نظر ہے کیا کیے
 ستم جاتے ستم جاتے ہر شے کیا کیے
 سوسے س کے کہ افغانی سر ہے کیا کیے
 گئی وہ اس سے ہی ہری مرانی کے
 رہا میں کیا کہ کہ جگہ افغانی کے
 جانا ہے کہ کچھ اس سے ہر شے کیا کیے
 بکھو دیا ہر شے اس سے ہر شے کیا کیے
 اس کہہ دے افغانی ہر شے کیا کیے
 لے گیا تھا کہ ہر شے افغانی کے
 تم نے کہیں کہیں ہر شے کیا کیے
 پھر ہوا ہے کہ ہر شے افغانی کے
 یہ کہہ دے افغانی ہر شے کیا کیے
 شہسوز ناہ ہر شے افغانی کے

یہ زبانی ہے

ہے کشم غافل و مستور و ہن سخن
یاد رہے غافل کی دوا کس سے چاہیے
غافل ہے شقائقِ نعت اسے صورت کیا کہوں
دل لگا کر آپ بھی غائب نہیں سے گئے
مستور نامی الٰہی سخن کی انماش ہے
قد گیسو بریں میں گاہ کی انماش ہے
کہیں گے گاہ کی گئے وہ صفت کا احتمال
نیم صبر کیا چہ کناس کی ہوا خوری
وہاں بزم پر دیکھو فاکہ چکر غافل تھے
بے دل الٰہی ہی طرح چاہا جگر کلام بستر
ضمیم کیچہ خود نہار کے خیمہ میں پہنچی
چاند سے دل بہتر وصال سے کیا حال
نگہ سے غور یہ شے غور پہنچے کیا کہ
وہاں سے کہتے گھر دیکھو کیا غائب
کہیں گے کہیں اس کے ہی رنگ رہا ہے جو سے
غافل اپنے دل کی مگر تاثیر لٹنی ہے
وہ دیکھو اور میری داستان عشق طرانی
انورہ و گلانی ہے دھڑکے ناؤں سے
میرے گھٹے تاثیر ہی کیا تھا جسکے



آہِ رناسی ہے تو میں ہے افسرخ
اُٹنی سی رک تیرے زبانی ہوئی

شگفت بر طرست نظار کی جیسی کسی رنگ
 برے نہیں پاشی ہی چٹکے نیر عشق میں زلف
 قیامت ہے کہ بر دے ملی کا ہم سفر غالب
 تو بیک عشق تا شاہنوں خلاصت ہے
 نہ ہاؤں کہیں کہ شے الی طعن پھسلا
 بی بی کا بوس ہوں تک حلیت سے توڑ
 وفا تقابل اور اسے عشق ہے بنیاد
 اور زنا ہیں کہ اگر تو خیم میں جاوے ہے
 کیا خوب ہے کہ اس کا کہہ کر آجاسے دم
 نہ نہ کہو سے دو کہہ پر و انداز صاب
 یاں تک میری گرفتاری سے خوش ہے کہیں
 باز پناہ اقبال ہے اپنا سر آگے
 کہ کہیں ہے اور تک پہنچیں غم
 جو نام نہیں صبر ہے عام کے حکم
 یہ تپ نہں گریں میرا سر ہونے
 ست پر چمک گیا حال ہے پورے ہیچ
 جی کہتے ہو میری غمناکوں میں کہیں پہ
 پرور کچھ نہ دلی نشت افکار
 نرت کا گار گے ہیں شکستہ کئی

اور کو کہا ہے کہ بچم بچا جاسے کہتے
 دیر کا جاسے کہتے نظر جاسے کہتے
 اور کافر نہ آگے ہی دوسرا جاسے کہتے
 کشادہ دست مرا سبیل نہ صفت ہے
 تجھے کہ آئندہ ہی دھڑکا صفت ہے
 حکم جبر سر پر شہ سہ صفت ہے
 جہیز سائنات و فصل گل قیامت ہے
 میرا زور دیکھ کر کوئی رستہ صفت ہے
 داس تک کوئی کسی بندے سے چارہ صفت ہے
 کہوں کہ ہر ذرا کھیں ہی کہہ صفت ہے
 زلف گریں جوش تو شائے میں آجاسے کہتے
 یہ تپ نہں صبر ہے عام کے حکم
 یہ تپ نہں گریں میرا سر ہونے
 ست پر چمک گیا حال ہے پورے ہیچ
 جی کہتے ہو میری غمناکوں میں کہیں پہ
 پرور کچھ نہ دلی نشت افکار
 نرت کا گار گے ہیں شکستہ کئی

یہاں کے لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ کفر
 عاشقوں میں چھ شوق غریب سے ملا کام
 غرض کہ جتنی دیر میں میں نے دیکھا ہے
 چھ روز کی گزرتی ہے غرض کہ میں نے
 گواہوں کو جیل میں رکھا ہے جو کہم ہے
 اچھا دیکھو ہم شوقیہ ہم روز سے ہوا
 کس کو حال تو کہتے ہو خدا کیسے
 زکیم وطن سے ہر دم کہ ہم سنگریں ہیں
 دیکھتے سرسبز ہیں یہاں جب آکر جاوے
 نہیں فریاد رامت جڑا سب پریاں
 جوتہ کی سب سے اس کے نہ ملی سنبھ
 کسیں جنت جہاں کا ہی عرض کیجیے
 کبھی لاکھ بستی کے گراں نہیں کیجیے
 رہے یہاں تو قاتل کو فوں ہمارے
 نہیں لگا کر آفت زہر لگا تو ہے
 نہیں ہمارا کو غصہ غم بھلا تو ہے
 سنبھ لکھو کہ ہے ہر اک کا غالب
 دے دے سے اور عشق میں یہاں کی جگہ
 صوبہ ہلنے سے جو نے لکھتے کاش

دھوئے دھو کر گوہر سے تھوڑا کی سے تم
 کتاب ہے کوئی آلا بیل کو سے اثر
 پوچھے ہے کیا وہ درد دم دلی شوق کا
 کرنے لگے تھے اس سے متعلق کوہِ جگر
 اس رنگ سے نکالی گئی تھی غامد کی گئی
 نشا شاداب رنگ و سارناست حرب
 جھٹکتی ہے کہ کہہ کر ہم کرتے ہمیشہ دوست
 عرض تاز شوقی دہاں پر اسے غم ہے
 ہے دم میں تجھ کو جھوٹ انجامِ گل
 کھلتی آفریں کو گیسٹش و تالی سدا
 سوزشِ دہلی کہی اجاب ہنگر دیاں
 شمع کے پر داغ و رشتانِ جگر ہے
 تاجِ کھلاستے آگنی رنگ تماشا باطن
 جب تک وہاں نغم نہ پدا کرے کوئی
 عالمِ غم و شبت ہمیں ہے سدا
 آفریں کی خبرِ طرب انسا سے نکلتا
 نعلے سے اسے نغمِ صحت ذکر کے
 چاک ہر سے وہ پرستشِ غم دہلی
 نسبتِ جگر سے ہے کہ ہندوستانی

ہر سے طبعی کے تو چاک ہر گئے
 ہر سے میں گل کے فلک جگر چاک ہر گئے
 آپ ہی گل کے خس و خاشاک ہر گئے
 کی یہ ہی نگاہ کہ بس چاک ہر گئے
 دشمن ہیں جس کو دیکھ کے فناک ہر گئے
 شیطانی سر و سبز برنسا ہر سے
 وہ تو میرے لئے کو میں اظہارِ غم ہے
 دھوئے جھوٹ اجاب جانے غم ہے
 یک جہاں زمانہ تامل و تھکائے غم ہے
 درد دہاں و دلِ افشون بتائے غم ہے
 دل میں گریو لب استہائے غم ہے
 آئینہ زانوئے فکرِ استعارِ جگر ہے
 ہر شمع و اگر وہ آغوشِ داغ جگر ہے
 شکلِ کج سے نامِ سخن ہر گئے کوئی
 کہ تک خیال طرہ لپیٹ کرے کوئی
 ہاں وہ ہیں کے دل میں گویا کرے کوئی
 آفریں کی تو غم دلی واکرے کوئی
 کیا قائمہ کوہِ جگر کو دھاکرے کوئی
 تاجِ ہندی ہندی ہندی ہندی

ناکامی کا وہ ہے برائی ظاہر سوز
 برنگ و شست ہے صوبت اگر گشت
 سر پہ ہونے نہ وہ نہ صبر کر اسے
 ہے دشت طبیعت ایک دواں فرخ
 بچا کرئی حزن کو ہے سر پہ لاشعل
 شمس فرخ شمس خن دور ہے اسد
 اچھ سرم ہوا کرے کوئی
 شمع و آئین پر مدد سی
 پال بچے کڑی کنن کا تیر
 بات پر ماں زبان کنن ہے
 بک دیا ہوں جنوں میں کیا کیا کیم
 نہ سوگر بڑا کے کوئی
 ساک دوگر غدا ہے کئی
 کنن ہے چھین ہے ماحزنہ
 کیا کیا خضر نے سکھ سے
 بہ ترخ ہی ماؤ گئی غالب
 بہت سی بزم گین شرب کم کیا ہے
 شادی ملو حلق جانی بک کیا ہے
 سخن میں غزل غالب کی آتش لاشعلی

نور، خیں کہ تھ کو ناکا کرے کوئی
 قصور نہیں ہیں سے وہا کرے کوئی
 نوبت کہاں کو تیری نسا کرے کوئی
 یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
 بب با قدرت چاہی ہو کر کیا کرے کوئی
 چھلانی کو شستہ پیدا کرے کوئی
 میرے دکھ کی وہا کرے کوئی
 ایسے قابل کا کیا کرے کوئی
 ماں میں بچے کے با کرے کوئی
 فاکس دوشستا کرے کوئی
 بک نہ سکے خدا کرے کوئی
 نہ سوگر بڑا کرے کوئی
 سخن دوگر غدا کرے کوئی
 کنن کی ماحزنہ اکرے کوئی
 اب کے رہنا کرے کوئی
 کیوں کنن کا لگا کرے کوئی
 تمام مائی کوڑیں بک کر کیا ہے
 قریب ہے اگر صحت تو شرم کیا ہے
 نہیں بزم گین گین ناس بک کیا ہے

بارغ پگر شکستہ فنا ہے کے
 بحر تھو سر پہشتہ دگر مسلم
 تمام تھاکے شکستہ دل ہے
 تار سرور یک مارہ نام کھٹ خاک
 زندگی میں تو وہ شخص سے ظاہر ہے
 مدد ہی ہوتی ہے اکابر شہرہ کی
 جہش کھٹکھٹ کے لیے اینٹ لگانے
 لنگھنے میں ہی سیکھتاں سکھ گئے
 ہزاروں فاضلین ہی کہ گرفتار شہرہ دم گئے
 دستور کوں میر تقی کیا دیکھا اسی کی کہیں نہ
 بھلا خدے آدم کا نکتہ آئے ہیں سیکھ
 ہر کچھ کھٹکھٹ نام تیرے دست کی اور ذی کا
 مگر تھوڑے کوئی اس کو ظاہر ہم سے کھوٹے
 ہوئی اس اندر میں خوب کست اور آٹا ہی
 ہوئی ہیں سے کوئی شنگی کی اور دانے کی
 جنت میں نہیں ہے فرق سچے اور سستے کا
 کس بھڑا کا اور کس غائب اور کس ظاہر
 کہ کے ہیں بار بار گر صابہ ہائیے
 بیضا سا نگاہیں پر ہونے لگے غصے

سب شایع کل افی نخر آتا ہے کے
 ہیں ہی وہ جن کو کوئی پہچانے کے
 آئندہ غصے میں کوئی پہچانے کے
 اس میں بیضا قری غصہ آتا ہے کے
 دیکھیں اب ملگئے لیکن آٹا ہے کے
 رقت سے کہیں نہ خاک سر پہ گرا کر
 نکلیں ہی کوں خود کوں اور ذی کی
 لیکن نہ کھٹکھٹے کہ جو سے ہمارے
 بہت گئے سب سب ہی لیکن ہر جی کم گئے
 اور غصے پہ چڑھتے ہر جیوں و سب گئے
 بہت سے آواز دے کر تھکے کہ ہے ہم گئے
 اگر اس طرز پر ہی ہر قسم کا بیج و لہ گئے
 ہوئی سچ اور کھٹکھٹے کان پر دیکھ کر لڑ گئے
 پھر آواز بلند پر ہیں میں ہر جی جسم گئے
 وہ ہم سے ہی زیادہ سستے لگے سستے گئے
 اسی کو دیکھ کر بیٹھے ہیں میں کا ز و دم گئے
 پر شاہ جتے ہیں کل وہ جانا خاک ہم گئے
 بے لعلت سے شہر جنت کیا پہچانے
 ضرور زندگی ہو کر رہا ہے ہائیے

دل نہ ہی وہ دھند پاتا دعا طوفان
 چھوٹے چہ ختم آئندہ کج گلی پر آب
 جلی آگزی ہے دھواں دودھ کی دھکے
 جہنم ہمارے نام ہی ہمیں گزرتا
 تھے غریب ایک کب تھی ہر آتشیں
 دل مت گناہ غریب سے ہر بھی یہی
 غفلت کل مراد سے نہاں نہا
 آئندہ کیوں خودی کو کاٹی کہیں تھے
 صورت سے نہ نکلتی تھی جہنم لہال ہی
 ہشتاد کے کس سے کوئی جہنم سے خدا
 سر پر ہم دراندیشی سے لکھے
 ہے ہم آریں صورت ہمارے سے نہاں
 نہ کہنے کے کلین گھسے جہنم کو
 غالب بنا نہاں جو دعا کا بنا کے
 شہنشاہ کی دعا دعا کا نام ہے
 دل میں نہ کلین صورت ہمار
 شہد سے نہ ہوتی ہیں شہد سے جہنم
 نکالیں ہی تیری ہے نہاں کی جہنم
 فری کہتے فاکسٹر وہیں نہیں رہے

نونے ہی مٹوا کیا دشت ملک
 بجوری دواستے گرفتاری الفت
 سلوم چا حال خمیر دای گزشتہ
 لے پر تو غور شوریں تپ بہر صوفی
 تا کہ دکان ہوں کی ہی موت کی بے خبر
 رانگی عشق سے چل نہ ہو غالب
 حقد و غمزدہ شکل حبیبی کو نور کی
 تک فرماں کنیں میں کہیں بتاؤں
 راجہ نامہ تم ہی دکن کو چلا سکو
 رانا ہے جسے مٹری تانی گاہیں فنا
 کہ ہمارا کہ ہے جو بیل ہے خرما
 کو چلیں وہاں کے گلے لے تویں
 کیا فرض ہے کہ کب کو بے یک سا رہا
 گری کسی کام میں لیکن داس قدر
 غالب کو اس مٹری بکے ساتھ چلی
 تم کہنے میں ہوا دلی تا کام بہت ہے
 کہتے تھے ساتھی سے کہا آئی ہے درد
 سے تیرا گری سے دست بردار کیوں
 کیا نہ کہ انوں کو نہ ہو گرجہ برائی

سترق ہے وہ گل لڑو ہے
 دسے تو تک اندر پیچھا ہے
 تلخ سم آئینہ تصویر فنا ہے
 سائے کی ہی ہر پہچانت ہے
 راب گری کہ گناہوں کی خزا ہے
 کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے
 قسمت کھل کر ہے قدو بخ سے لہو کی
 بڑی ہے لکھتے تیرے شہسوار تو کی
 کیا بات ہے تھاری شراب لہو کی
 گویا ہی شش نہیں قند صود کی
 اڑتی ہی تک طیر ہے زہانی طیر کی
 کہے ہیں قند کی نسبت ہے لہو کی
 قند ہم ہی سیر کریں گویا طیر کی
 کی ہیں سے بات اس نے لکھتے غم کی
 جی کا خواب زندہ کن کا خوشی
 ہر گاہ کہ ہے سے لکھتے بہت ہے
 ہے خوں کہ لکھتے درد و ہم بہت ہے
 کہ لکھتے ہیں جس کے لکھتے بہت ہے
 باخشی علی کی طبع مستام بہت ہے



پہ پہ ہر گئی افسانہ نگار
شہر سے تیرا دشتِ مرغاب کے پہرے

بھرتی میں ہے کہہ دو کسی کے پٹہ میری
 بی خود شہتا ہے میری دوست کے وطن
 غالب میں ابھیرا کہ میری شایانک سے
 فوج میں سے یہ دور دست جاں کے لیے
 جو سے اگر مرنا پڑتا ہے توں سے ہے
 وہ زندہ ہمیں کئی دو شاہی عشق سے خضر
 سا باغ میں بھی شیں جھنگ سے آئندہ جنگ
 فلک نمود رکھ اس سے کہ میں ہی نہیں
 شایان میری کہ بیش کی ہے کہ نئی اسیر
 کہ اس کے وہ چپ قمار میری وہ شامت ہے
 بقدر عشق نہیں غریب تنگ سے غزل
 ریا ہے عشق کہ بھی کا اُسے غم زدگی
 زبان سے اڑتے دایاں کہیں کا نام آیا
 خیر دوست میں اور نہیں فتنہ جنگ
 ناز و صبر میں اس کے سے ہم آرا بیش
 ورق تمام جود اور خزانہ باقی ہے
 اگلے خاص سے غالب ہوا ہے کٹر سزا

مرنے کو ہنس رہا ہے وہاں کے چہرے
 جیتے ہیں تھکے جسم اس کے ہر نے
 جیتے ہیں ہم تھکے طوق کے ہر نے
 رہی زنجیر سسٹ کوئی احساس کے لیے
 تھکوں کہ اپنی ہی تھکوں خوشکس کے لیے
 زخم گہرا ہے جسے مسرور ہاوس کے لیے
 جھٹکے ہیں سے داتیری تک جہاں کے لیے
 وہاں سستی قافل کے کراہتوں کے لیے
 کہے تھیں میں فراہم شیں شایاں کے لیے
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاس کے لیے
 کہہ اور پاس سے دست مریہ بیاں کے لیے
 بے بے پیش جھل مسوس خاں کے لیے
 کہ میرے عشق نے وہ صوری ذہن کے لیے
 بتا ہے میری بریں میں کے آسٹن کے لیے
 بیش کے گھر ستارے سے صبا اسٹن کے لیے
 موند چاہیے اس کسیر بیکر کے لیے
 سے عام ہے یہاں تھک داں کے لیے



قصائد

ماز یک قصہ شیر مرغی میں ہے بیکار
سستی اور صبا سے ہے ہر طرف بنو
ہنس رہا ہے ہندو کی مٹی داغ پڑ گیا
سستی اور ہے گھبراہٹ ہے سوت
کہا مہرا بر سوسری شوق لبیل
سچے ہے فیض و صبر و صبر و صبر
کا کہ پچھلے کاغذ تر و تازہ ہاں
کب ہر رنگ گروں شد و تری پود
یکسو ہیں اگر گندو سے گین
سویں گی ہنر و نیکوئی تکیہ خیر باغ
کھینچ کر دلی اندیشہ میں کی تصویر
سہل سے کہ ہے بے غور و حیرت
وہ شہنشاہ و کامی کی ہے تعمیر
فلک ہنر کی کام و کم و کم و کم
ہزار و ہزار کی ہے ہر شے لب ام
ہاں کی خاک کا کمال و بیکار

سایہ کا ہوا داغ سودا سے بند
روشن شیشہ سے ہر طرف کھل گیا
تازہ ہے ہنر و صبر و صبر و صبر
کہاں کہش کی مٹی ہے ہر طرف
ماہ و خورشید ہنر و صبر و صبر
روشن ہے ہنر و صبر و صبر و صبر
آیت ہنر و صبر و صبر و صبر
ہم ہر کشتہ آتش و نیکوئی ہاں
بھول گیا ہے ہنر و صبر و صبر
کم کہ کہش و صبر و صبر و صبر
ہر شے ہنر و صبر و صبر و صبر
خالی ہنر و صبر و صبر و صبر
ہنر و صبر و صبر و صبر و صبر
شہنشاہ کی ہنر و صبر و صبر
ہنر و صبر و صبر و صبر و صبر
ہنر و صبر و صبر و صبر و صبر

خاک محو کجالت بر سر سیم رخ فا
 زان اس گر داکا نور شمشید کا ایند کاذ
 آفرین کہ چاس سے طلب سنی باز
 فیض حقیر سے پہلے شریعتی پہلے
 شکل فاقوس کہ سے آئینہ خانہ پند
 تیری اور کہنے سے چاکہ لکھیں
 ہم عبادت کو ترا بخشش قدم نمر باز
 عین تیری نشان نذر رخت ساری
 جو ہر دست دعا آئینہ سنی تاثیر
 مودت سے ہر دعا خانہ اقبال گوار
 دشمنی ال بھی کہ طرب نقاد ہر
 مودت احاطہ کسدا آئینہ یک دیو عشق
 دہر پر جلوہ یکستانی عشق نہیں
 یہی اسے خاکشا کہ نہ ہوت ہے نذوق
 ہر نہ سے غفلت کی روپ کست و عدم
 عشق سنی ہر عبادت و عرض صورت
 کائنات دانش گاہ و طبع عبادت معلوم
 مثل حضور و کائنات و دست تسلیم
 عشق پر طبع شہر و نفاہ کسے عوام

ہر شمع عشق قدم آئینہ محبت یہاں
 گردن شست کی سید کا عوام ہوا
 عرض غیبتانہ ایسا ہے ہر سچ عباد
 دلی پردہ پر دھانسی برائیل گوار
 نذوق ہی جلوہ کتیرے پہلے عباد
 تک اتریں ہر تو مرقا کہ ہر ہوا
 عبادت کتب و خط سے انتظار
 ہام سے ترے جان با دو جانی نمراد
 یک دولت نافرین دگر بر غم عباد
 خاک ہر کی تری ہم پیش دیو عشق
 عرض غیبتانہ عباد ہو طاق و عباد
 فیض سنی سے خط سافر و اتم سرشار
 ہم کساں ہوتے مگر سنی - ہوتا خود میں
 یکس سے خاکشا کہ نہ ہوتا ہے - ہویں
 غصہ آئینہ نذوق جن و نگین
 سخن حق سے نجات نذوق تمہیں
 نذوق سافر خلعت ہے چو دیو عباد
 صورت عشق نہ ہم خاک حق نگین
 اصل ننگار کج آئینہ سنی نہیں

جس نے ہر دماغ میں اس کا نام لیا
 شوقی دماغ غالب میں ہے گنگنا شیب
 سہ ہوا گری وہ سترے مسکن ہوا
 غم شیریں ہے جو سینہ میں نکاس ہوا
 فتح کی غصہ نڈلی میں دگر گئی شوق
 دلی اکت شب دسیدہ غصہ غنا
 سرور ہوا اثر شیدا غنا دوزخ
 ہاں ہوا سہیں ہم اس کا نام
 ددان تیا ہے تو نظر دیکھ سچ
 ہمسہ دہی کس سا نائب
 اڑ کے ہاں کس کی کہ جی کا
 مردہ اسے سہوہ قاضی قاضی
 ضرور میں جی نہ آنے کے
 ہاں کو جھوٹا چاہیے کنا
 ایک میں کیا کس نے چلن پایا
 ہزار چل کستہ کیوں چلنا ہے
 جاتا ہوں کوئی دنیسا میں
 میں نے ناگ کو تو ہے حق گوئی
 جاتا ہوں کہ جاتا ہے تو

کہ اس تیرے کوئی اس کا غریب نہیں
 ہے نہ وہ فضل ہر دیکھ نہیں
 کہ ہایت کھے ہر وقت چنوا نہیں
 کہ میں غریب ہو کر تیری نگین نہیں
 کہ ہاں تک چٹاں ہے قدم دیکھ نہیں
 گھر چلے ہر دست دھنی صدق کریں
 واقعہ عذاب گل کسٹل لہریں ہاں
 جس کو تو چمک کے کرا ہے سلام
 میں اٹھتا ہوں یہی اہام
 بندہ ہاں ہے گرا کھٹیں ہاں
 اس نے ہمارا کھانا ہاں
 ہنسنے نہ شادا عام ہاں
 لے کے آیا ہے عید کا ہاں
 صبح جو چاہے اور اسے نام
 تیرا امت از دوزخ ہاں
 ہم کو کھاسے کیا کہیں نام
 ایک ہی ہے عید کا ہاں
 غالب میں کا گریں ہے نام
 تب کما ہے ہمسہ چھٹا

ہر تپش کو جو تو ہے اسے ماہ
 تھک کر کیا پانہ رو سٹھناس کا
 جانتا کہیں کہ اس کے فیض سے تو
 انہی اپنا سب ہی نہیں کون
 میری بنا جیسا دھماکا ہے
 ہے کہ آئندہ نے بخشش خاص
 ہر اکٹھے گا جسکے فر فرورخ
 جسکے چہرہ ہنسنے کی تسکلی
 جیسے ہر تو سے ہیں فرخندہ
 دیکھنا میرے آفتاب میں ہر روز
 پھر سہل کی دیکھیں ہر حال کا
 زہر منہم کر چکا تھا میرا کام
 سخی چھوڑیں تیرے ہر جانوں
 ہر کیا یہی فیض ہے
 کہے ہیں جانتا میں کہ تیرے
 اس حق کا ہے نور کہ آفتاب
 ہر سہیل میں ہی کو ہے اٹھار
 یہ میرا ہیں کہ تو کو فدا آئے
 کہ چکا ہیں تو سب کہ اب تو کہ

تو پہ ہر روز نہ کہ سہیل
 ہر ہر کہ چاہے ہو وہاں
 ہر سنا چاہتا ہے ہر دن
 تھک کر کیا پانہ رو سٹھناس کا
 اور کے ہیں وہی سے کیا کام
 گرتے ہے ہر سہیل ہر دن
 کیا دے گا کہے کہ کام
 کہیں حق نہیں تیری کام
 کہے دیکھتے دھن و ستارہ
 وہی صورت کانک ہر دن
 وہی حق پانہ ہر دن
 تھک کر کیا پانہ رو سٹھناس کا
 تم سے جب کہ تو ہر دن
 کہ دیکھیں وہ فدا ہے ہر دن
 اب تو پانہ ہے وہی ہر دن
 پہن سنے لی ہے میں کہ تو دن
 دل کے پنے ہیں کہ تھا ہر دن
 کہیں دیکھیں وہ فدا ہے ہر دن
 تے ہی چہرہ پیکر ہر دن

کہیں سے جس کے دریاں چھوٹے
 تو نہیں جانا تو میرے عشق
 قبضہ ہوشم، دل پہ چھوٹا
 شہر و طرے سے اضعاف
 جس کا پر فصل صورت اہلاز
 ہنرمیں سے پہلے ہیں قبضہ عالم
 اسے تو اعلیٰ زندگی ہے
 چشم ہر دور ہر دور شکوہ
 جان نکلے میں تیرے قہر و دم
 ہر دم تک ہاتھ تو رہے
 نہ وہ ہنڈ میں ہاتھ ہی رہے
 رہا کوشش کالی تاک
 تیرا کھیرے میرے خیر و ہمت
 تھکا کر رہی ہے گیارہ چاند
 تیرے غلی گری ہنڈ کی صدا
 فی صورت گری میں تیرا گز
 افس کے مضمون کے ہر دن سے
 جب ازل میں چشم پذیر رہے
 نور حق اور حق میں یہ گلاب تھا

کہہ دیا شاہدیں کو عاشق کشن
 اس میں کو کیا گیا کہ کہیں
 حکم دینے لگا کہ لکھیں
 آتش و آب و باد و خاک نے مل
 میری نشان کا نام خسرو دہ
 تیری توحید سلطنت کو بھی
 کاتب حکم نے برصہ حکم
 ہے اصل سے روئے آغاز
 مجھ کو دروازہ فادہ کھلا
 خسرو کس کے نام میں
 وہی حق لکھ گیا کی ہی نہ
 میں لکھ لکھ کر غارتے ہی کہ
 پہلے گدوں پر پڑا قمارات کو
 صبح کیا جانب مشرق فکر
 حق فکر نہی کیا بسبب دہر
 اے کے مانی نے جیوی کے پہ
 بزم سلطانی ہوئی اندر سے
 تلخ نثری سر کہاں سے سوا
 شاد و خوش حال جلد نہ کہ ہے

بکھریا عاشقوں کو دشمن کام
 گنبد تیز گر فیصلی کام
 خال کو دہر دہر زلفت کو دام
 دینے سوز و غم و دم و حکام
 ہوا تابی کا اٹھ شمس و شام
 وہی بدستور صورت و نظام
 اس رستم کو دیا عسکر و کمان
 ہوا بکھریا سانی اہام
 سر کا کتاب کا نظر کھلا
 شب کو تھا گھبراہٹ بکھلا
 صبح کو دہر و رات بکھلا
 دینے ہی دھوکا بے باز بکھلا
 سوزی کا سر طرست نہ بکھلا
 تک نگار آتشیں رخ سب بکھلا
 باز لکھ لکھ کا سانس بکھلا
 لکھ لکھ لکھ ایک جام نہ بکھلا
 کھسکے وہی دانی کا بکھلا
 خسرو افاق کے منہ بکھلا
 رات بکھستی اس پست بکھلا

وہ کہیں کی صورت نہ رہی
 وہ کہیں کے تاجن نہ رہی
 چلے دار کا گل آیا ہے نام
 دھاسوں کی جلیں فرستے
 توہیں نہیں چہ درہن کی ریب
 تشن پاکی صورتیں نہ افریب
 بھر پھین تیرے سے ثناء کے
 خاکہ خستہ غری تھے لیکن خاکہ
 قابلِ اہستہ غفلت ہے کید
 باغ سخن کی دکھاؤں کا بیدار
 ہر جہاں گرم غزل غنائی غرض
 گیارہیں بٹھا رہیں چوں پہک
 ہم پکاریں نہ کھلے ہیں کون چٹہ
 ہم کہہ اس داز داری پر گنٹ
 دانی دل پر ہونگن قادر غ
 اٹھ سے کھدی کی بیدار نکلیں
 صفت کا کس کو نہا ہے بدتہ
 سوز دل کا کس کو نہا ہے بدتہ
 تھے کے ساتھ آگیا بیجا ہر گ

مقصدِ زینج و جنت و سرکھا
 عقدہ اکام چنیں کھا
 اس کے سرنگیں کا بن کر کھا
 دہن کھا ہے چہ را قیس کھا
 تھان سے وہ غیبت مرچ کھا
 ٹو کے جنت اذہ کھا
 منصب مرد و دہر کھا
 میری خزانہ سے باہر کھا
 جس نے کھو ک کھا کی کھا کھا
 جس سے گشتِ باطن گھر کھا
 لوگ ہاڑی بیدار کھا
 کھٹکے ہر تافس کا کھا
 یاد کا دھن پانی گھا
 دھت کا ہے درد و غم کھا
 رقم لیکن دہن سے ہر کھا
 کس کے غرض کے غر کھا
 دہر دہی میں پدا ہر کھا
 آگ بھڑکے آگ دم کھا
 دہ گیا غلامی جہاں کھا

دیکھو غالب سے گرا ہوا کائن	سے دل پر شہید و سرکار کھتا
پھر ہوا دشت طرزی کا خیال	پھر ہوا غور و شہید کا دھڑکنا
غبار سے پل طبیعت سے وہ	باداں کے ٹپکتے ہی ٹٹو کھتا
خون سے صوف کی پٹنگے گروہ	خون سے پل طبیعت سے پھر کھتا
میر کا تپا ہستیا پڑا کھتا گیا	بادشاہ کا دایہ ہستیا کھتا
بادشاہ کا نام ہے غلیب	اب مسلمان پانچ ہستیا کھتا
ہنگو شاہ کا ہوا ہے دشت	اب حیات و قہر ہے دشت کھتا
غبار کے ٹپکتے دھڑکے	اب الی ہی ہستیا کھتا
کھٹ کے دھڑکے کو کھٹا کھٹا	اب قریب غزل و شعر کھتا
ہو سکے کیا میں اس کا نام ہے	و قریب میں ہستیا کھتا
نکھر بھی پرستار ہستیا	میرزا احمد ہستیا کھتا
جاتا ہوں سے غلام غزل	تمہارے غلام ہستیا کھتا
تم کو صاحبزادان بہ شک	سچا غلام ہستیا کھتا

در صحبت انجیر

اں اہل درد و حسد زمرہ ساز	کیوں نہ کہو سے در جستجو ساز
قادر کا صفت پر وہاں ہوتا	شارب گل کا ہے گفتار ساز
بہت سے کیا مچتا ہے کیا لکھے	نکھر لکھے قلم و دست ساز
باسے آئیں کا پھر یہاں ہو جاتے	قادر غزل و غلب قلم ساز

آم کا کن مرز سیدیں ہے
 تاک کے کنی کنی سبے دہاں
 آم کے آگے پیش جانے تاک
 دچھرب کی پس منعت دور
 یہ جی ناچار ہی کا کھوتا ہے
 بھ سے پرچہ تھیں خبر کیا ہے
 زنگی نس میں دشاغ و برگ زبار
 دور دونائے قیاس کہاں
 جان میں ہر گز یہ شیرینی
 جان دینے میں اس کو کیا جان
 نظر آتا ہے یوں گے یہ ثمر
 آتش کی یہ تہ کا ہے قوام
 یا یہ برگ کہ فرط رافت سے
 آجیوں کے ہشک و بٹ اناس
 یا لگا کر غم نے شایخ نبات
 تب ہوا ہے ثمر شاں یہ نقل
 قاتر تری نہ ایک مسردہاں
 آم کو دیکھت اگر ایک بار
 دینی کار کاو برگ و نوا

ثمر و شاخ نکستہ دچھرب ہے
 آگے آگے اور یہ سیدیں
 پھرتا ہے پتے پھولے تاک
 بار و تاب بست گیا انگور
 مشرم سے پانی پانی ہوتا ہے
 آم کے آگے خست کر کیا ہے
 جب ناس آتے تب ہواں کی ببار
 جان شیریں میں پٹھا سس کہاں
 کامکن باوجود خوش چین
 پر دو میں سل سے نکستا جان
 کہ دوا منہ ازل میں مگر
 شیر کے تار کا ہے دیش نام
 باغبانوں نے باغ بنے سے
 بحر کے شہ کے ہر کسہ ہر گاس
 ذوق تک دیا ہے آب حیات
 ہم کہاں دور ہر کہاں پھسل
 رنگ کا زرد پر کہاں بڑاں
 پینک و پٹا طے دست قاتر
 از مشیں دور اپی آب دچھا

دہر و ماہ و سلسلہ کا گوش
 صاحبِ تلخ و رنگ و بار ہے نام
 خاص و عام جو نہ انداز ہو
 وہ کہ ہے دانی و کایست مند
 غمزدیں عزیزستان و جاویدال
 کار فرما سے دین و دولت و جنت
 سایہ اس کا ہوا کاسایہ ہے
 کسے بغین و چو سائے و نور
 اس منہ نہ تو بہت دہر و کور
 شاد و دل شاد و مست و دل کج
 نور غالب پائیدار ہر کج

قطعات

اسے جانا کہ کرم شہد ہے متباہر
 فرق ہے تیرے کہ کسبِ صحت کلیل
 تیری دعا کہ ہم جنیں دلی بسبیل
 تجھ سے دنیا میں کچھ امانہ نہ لیں
 ہر کرم و داغ تو کا صیغہ نور و نیل
 تا کہ صحت میں ہو رنج و مل کلیل

اسے شہد و کج نظر ہے مثل و نظیر
 پاؤں سے تیرے نے فرق و امت اور کج
 تیرا خدائے حق شان و زلف و امام
 تجھ سے عالم نہ کھلا رابطہ قرب کج
 بہ کمال و دو مرتبہ معنی و لفظ
 تا کہ صحت میں ہو جنیں طرب کی فخر

ہائے چوڑ ویا خود سے جاتا باہر
 تیری جھنپری صبح غامد کی دہلیز
 تیرا چہل رخسہ ہے بیتے کی غور
 بہت تاسا نے چاکا زور سے جھکوا دیں
 تنکے ڈال ہے سرخشاہت میں گلاں
 تیرا دل نہیں ہے دھڑا غائب جلم
 زہن سے مرسو تھا کی دوزی
 فکر سیری گزرا نہ اٹا راست کٹر
 سیرے بہاں ہے جوتی ہے قصہ عشق کو بیخ
 نیک جوتی مری حالت تو نہ دیتا جھوٹ
 فلک کوں بھگن اٹھستہ توڑی لڑائی ہے
 گئے تاروں کی آواز سے فیض کی بھلائی
 ہر اب بگڑے کیا شہرنگی جانے وہ لہ جاؤ
 گلہ کا جو اگر کیا تو نے سنسٹیں
 وہ ہنونا ہے ملنے کو ہے غیب
 صبر نہ آوہ توں کی گھاسی کہت نظر
 وہ دھڑکتے کانہ و شیریں کہ وہ وہ

زہر ہونے تک کیا موت سے کہتا قول
 تیری بخشش میں اٹھیں غامد کی گھیل
 نیرا نہ چھٹا فل سوسے سوسے کی گھیل
 پہلے کے ہائے چاکا کوسے چاکا گھیل
 پتہ لڑکی سے تیرے ہیں تو میری گھیل
 کشش ہم نہیں ہے غلامت چھٹیل
 تم گھیتی سے مراسینے تیرے کی گھیل
 گلہ میری ہنس تو نہ جھلا جھیل
 سیرے حال سے کرتی ہے تیرا گھیل
 صبح جوتی مری خاطر تو ذکر باجھیل
 کھینچا میں دامن غمہ کشائی میں باجھیل
 کیا کرتے تھے تم تقریر ہم غامد میں رہتے تھے
 غم وہم سے گزری بھی کیوں کیوں ہم نہ کھتے تھے
 بل تیر سیرے سینے میں دھا کر لے لے
 وہ آواز میں چکن خود آوا کر لے لے
 طاقت ثبات وہ توں کا شکار لے لے
 وہ آواز اسے تاب گوارا کر لے لے

در تعریف ڈلی

ہے ہم سامنے کے کعبہ سے پتہ پہنچنی ڈلی
 زریب دیتا ہے اسے ہم قدر اچھا کیے

قمار گشت ہنس کر اسے کیا کیجے
 نیر گتھپ مستور بچ کر ای کیجے
 بس اور سر انگشت سپہیں کیجے
 قائم دست بیٹیاں کے شہ کیجے
 اختر سوختہ نہیں سے شہت دیجے
 نیر لاسود و دار مسدوم کیجے فرض
 وضع میں اس کو گر کیجے کاپت نیراں
 سو سے میں اسے ضرور اسے گر نیراں
 کیوں اسے فعل در گنج بہت کیجے
 کیوں اسے گوہر تاب کیجے ضرور
 کیوں اسے نیکو چہرا میں کیجے
 بندہ پور کے کتبہ دست کو دل کیجے فرض
 نہ پوچھ اس کی حقیقت ضرور وہ سنے
 دکھائے گیوں گئے نہ خود سے پھر

بہین سہرا

ناظر سر گرہاں کو اسے کیا کیجے
 ہر نہ بانہ سے شکر ہن خود کیا کیجے
 درخ طربت بکر عاشقی شہ کیا کیجے
 سر پہستان پر ہر سے کیا کیجے
 قابل شگین نچ و گمشدہ کیا کیجے
 ہزار ہر سے بیباں عشق کیا کیجے
 رنگ میں سبزا نیر سبھا کیجے
 یکسو میں اسے شہت خم سبھا کیجے
 کیوں اسے غلا پر کار قس کیا کیجے
 کیوں اسے مرداب دیوار کیا کیجے
 کیوں اسے عشق ہے ناتواں کیا کیجے
 سر میں بگنی سپہاوی کو سوز کیا کیجے
 شکر جاہلی ہے ترس کی نہ نہیں دہنی
 ہو کھاتے حضرت قوم نہ نہیں دہنی

دوش ہر اس وقت کہ ہے تن تہہ ہر
 کیا ہی میں چاہتے کھڑے ہو گناہ
 سر پہ لکھتے ہیں چاہے پہلے چہرہ کواہ
 ناہ ہو کر ہی پر دے گئے ہو گئے ہوتی
 اپنے شہزادہ میں بہت کے سر چہرا
 ہے تہہ میں دل انسر و کار کا ہر
 بھکا کر ہے کہ نہ چھتے ہی لیر سوز
 در کہیں دھتے ہیں گشتی میں لاکر ہوا

صاف ہیں اپنے قلویں غالب خاکدہ کتابیں بخاک غبار کی حالت میں گئے

خ

خبر غبارِ خاکدہ کے بخاک گئے
 کہ چہ تو دوسے کو ہلکا کر گم کرے
 اور میں وہ ہیں کہ گری میں گم کر دیں
 لشکر کا جو بھروسہ کسب سے ہوتے
 افسوس میرے ہے تو میں دولت کی حق
 ڈھونڈنے سے سلاخ سے ہوتا تیرا
 اس زمانے سے نہ گمان جو ویرا کا زندہ
 ہے پادشہ اب مر نام صراطِ مستقیم
 جو آئے جامِ بھر کے یہ اور ہو گئے
 بے تہی ہوئے دے گئے حضور میں
 یوں گئے کہ کچھ سے خالی کیے ہوئے
 غالب کیا وہاں ہے کج مزاج پادشاہ

تجہ سے جو تہی مدت ہے تو گم کر دیا ہے
 روحی ہجوم صاف سے تری ذات ہے
 غیر کیا خود کے غبار میں آگاہ ہے
 نہت کی گونہ میں کی تہات ہے
 نہ ادا شام کسے باغی چاہت ہے
 کو شرفِ خضر کی بھی گونہ ذات ہے
 غالب خاک نہیں اہلِ خرابات ہے
 نہ کیوں میں میں گئے غبار کی تازہ
 ہنر کا نہ تاج و تاج میں گاہے چاند
 چہ کی گئے گم وہ نہ مر و ماہ تازہ
 دکھوں میں کتاب میں جو روزگار چاند
 بھائی نہیں ہے اب گئے کوئی نوشتہ تازہ

دورِ خج شاہ

لے شاہ جانگر جہاں میں جاوے
 بر حصہ خود کار کا خوش سے نہاویں
 مکن چاکہ خضر کند سے تراؤگر
 چاہے ہم سے ہر دم تجھے منکد نہاویں
 تو کہ کہیں تھا کہ سو بھی نہاویں
 اگر اب کو نہ تہہ پڑھوں سے طاعت

بخت کو بھلائی کی دولت بخشون تھا
 بے غش سربدی تر مسدین انہی
 تو آپ سے اسب کہے عالمیہوں
 خوشی نہ سے سوئے دوا میں دوا
 ہے گرم بکے کتہ سرائی میں خوش
 کیونکر دکھیں شیخ کو غیظ و عار
 فوج سے آج سے کچھ نہیں
 جھکے شونہر جہاں تاب بیاں بک
 انوار ہوسم کی کچھ اگر دست گاہ ہو
 جس پاس دھندھول کے گلے کو کچھ نہ ہو
 ہے غریبوں کو کہہ تیری دولت
 ہے دواغ غلامی ترا تو لے دولت
 تازہ سے کچھ کہے آپ شہرست
 ہائی نہ بکھاتی سوزاں میں حلاوت
 ہے کچھ بکے سحر لازی میں صلاوت
 کاہرے شکار سے تیری ہی بھلاوت
 نظار کی مشق ہے حق الہی بھلاوت
 غالب کرتے قہر عالم کی بڑاوت
 اہل شخص کو خود ہے دھندھول کا کہے
 دھندھول کر دکھائے تو چار کیا کہے

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہ آسمان اور نگ
 قاضی کچھ بنانے کو شہنشاہ
 تم نے کچھ کو جو آلود بخش
 کہ ہوا کچھ سا ذوق ناہیہ
 گرچہ اذرا سے ننگ ہے تیری
 کہ اگر کہتے کو غیظ کسوں غامی
 شاد ہیں لیکن پہنچ رہی ہیں کہیں
 اے جہاندار آفتاب آج
 قاضی کچھ دور سے سونگھار
 برقی بیسی وہ گرمی بازار
 رہشنا میں تو ایستہ استار
 ہوں خود اپنی نظر میں آکا خود
 چالاک ہیں کہ آئے خاک کو ہار
 بدست کا مشعل و جام کو ہار

غلام نہاد اور مریض اور بیمار
 بارے فکر بھی ہو گیا سرکش
 نہ کہیں آپے آنکس سے کہوں
 چہرہ سرشت اگرچہ مجھ کا نہیں
 مجھ تو جاننے میں چاہیے آخر
 کیوں نہ درکار ہو مجھے کوشش
 مجھ طرح انہیں ہے ایک سال
 رات کو آگ اور دن کو بھوپ
 آگ اپنے کمان تک انہیں
 بھوپ کی تابش آگ کی گری
 میری تھوڑی جھلک ستر ہے
 دم ہے مراد کی چھ داہی ایک
 مجھ کو دیکھ تو ہوں پیو حیات
 بسکھڑا ہوں ہر سنبھلنے قرض
 میری تھوڑی میں چسائی کا
 آج مجھ سا نہیں نہانے میں
 رزم کی داستانیں اگر سنیں
 بزم کا انتظام کر سکیں
 علم ہے گرد و سخن کی دوا

تھا بھٹ سے یہ مریض نگار
 حسرتیں جاگئیں غلغلہ چار
 تھکا جانے ضروری کا کھسار
 دوشی آرا بکشت سرد ہستہ
 تازہ دے دام زعفران آزاد
 بزم رکھتا ہوں ہے مگرچہ نزار
 پھر بتایا نہیں ہے ادنیٰ بار
 بھڑا میں جاؤں ایسے لیل و ناز
 بھوپ کہنے سے کہیں تک ہزار
 دھکا دھکا اٹھا سب اٹھار
 اُس کے دلے کا ہے جب بھار
 غلغلہ کا ہے وہی پسلی چوہا
 اور چھ داہی ہر سال میں دوا
 اور رہتی ہے سود کی نگرار
 ہو گیا ہے شہر یک سا ہوکا
 شام و شکر کے خوش گشتار
 ہے زباں میری تجھے جہر دوا
 ہے علم بے سہرا اور گوہر دوا
 قمر ہے گرد و سخن کی دوا

آپ کا ہستہ اور پھول نکلا
 میری تھکاء سنگے مار دیا
 غم کرتا ہوں اب دھماکا کام
 تم سناست رہا مسرور ہوں
 یہ گیم ہوں غلام ہے میرا نام نہ لے
 ہوا نظیر شیر کبھی کسی پتے کے
 نسل حق شعل شعلے پرت مثل آہنی
 تین دن کل سے پتلے تین دن کل کے جو
 جلتا ابلیس طوسے میرا جعفر
 ہوں ہے لکھتی فرزند رسال میں غالب
 ہوں یہ بیزا جبر کی شدائی
 کیا غالب ہے میرا پاس کی کیلے
 گو ایک بادشاہ کے سب خاندان ہیں
 کانوں پر آواز ہوتی ہی کہتے ہوئے تمام

آپ کا فکر اور کلاں اذکار
 تازہ ہر جگہ زندگی دھندل
 شاعری سے نہیں بکے سروکار
 ہر دس کے ہوں ان کا پاس کار
 جملہ ہی وہ گننہ حق و حق کا خالص
 کو جو شریک ہو میرا شریک خالص
 بچہ کی گنگائی کے انھما غریب ہونے
 تین کل میں تیریں وہ بک کے ہونے
 کہیں کے دیکھتے سے لگا ہونے ہی غلط
 نہیں ہوا سال بھوسہ ہی غلط
 ہوا جرم طرب میں دھن تابیہ
 تو روز انہیں میں جتنی ہمیشہ
 دیوار دار کو کہ ہم آشنا نہیں
 اس سے ہے چارو کہ ہم آشنا نہیں

زبانیات

بعد از انعام بزم مہر الخصال
 آہستہ میں تا سواد تسلیم ہوم
 ایام جوانی سے سافر کش منال
 آئے تیرا شہد یک قدم استقبال

شب زلفت و رخ و برق تلمش کا فرم تھا
 دریا میں جزا نگہ سے صبح تک
 آتش بازی ہے جیسے شعلہ احوال
 خاموش خلق بھی قیامت کوئی
 دل تھا کہ ہوا میں دردم قہید میں
 ہم کو دھڑکوں اسے جلی انوس
 ہے خلق خدا فاش لانے کے لیے
 یعنی ہر بار صورت کا فتنہ دار
 دل سخت ترند ہو گیا ہے گویا
 پر بار کے آگے بول سکتے ہیں
 دکھ بھی کے پسند ہو گیا ہے غالب
 دمنہ کو شب کو بند آتی ہیں نہیں
 نعلی ہے نہیں کہم ہر اسے دل
 آسلی کہنے کی کرتے ہیں نوادین
 یہی ہے جو کہ کو شاہ مجاہد سنے وال
 پیشوا پسند دہاں سے بہت دہاں
 نری کش میں صحت و فدا ہواں ہم
 ہر شہر دیکھیں ماضی ماضی کا ہم
 حق شکی تھا سے خلق کو شاہ کرے

کیا شبنم کدک کھڑو تر عام تھا
 ہر قطرہ اشک دیدہ ہر فرم تھا
 ہے سوز جگر کا بھی اسی طرح کا حال
 لوگوں کے لیے کیا ہے کیا نہیں کمال
 بیتابی رنگ و صورت دید میں
 نگار ہوا نہیں آجیب دید میں
 وحشت کو دما سواش لانے کے لیے
 ملتے ہیں یہ سواش لانے کے لیے
 اس سے گھر مند ہو گیا ہے گویا
 غالب شہرند ہو گیا ہے گویا
 دل لگ لگ کر نہ ہو گیا ہے غالب
 سوتا سو گند ہو گیا ہے غالب
 نریں کے اسے سمنو دین کاں
 گویم سبیل و گرا گویم جلی
 ہے طعت و عطا ہے شہنشاہ و پال
 ہے دولت و دین و دانش و دلو کی دال
 آتا جہلول جس سال واک
 ہے کہے شب قدر و ہواں واک
 تا شاہ مستعبر و دانش و دلو کرے

یہ دلی ہو گئی ہے رشتہ دہری میں گانڈ
 اس رشتہ میں لاکھ تاریں بکھڑا
 ہر سکان کا ایک گہرا زخم کریں
 کہتے ہیں کہ اسب وہ مروتا نہیں
 جو آجہ کا قلم سے خطا یا ہو گا
 ہم گرم ستے سلام کرنے والے
 کہتے ہیں کہیں خدا سے عداوت
 سامان خود خواب کس سے جاؤں
 روز مولا میں ہے غالب لیکن
 اسی ہم کے چہرے کو کوئی کیا جانے
 لیکن کہ روئی کے ہم دسائیں خود
 ہے صوفی کہ انرا پیش احمد کرے
 اتنے ہی دس شہار ہیں بکھڑا
 ایسی گریں مسدود ہیں بکھڑا
 نقاشی کی کڑی سس سے شے عاویں
 کیونکر مانوں کہ اس میں تلواریں
 کہتے ہیں بد رنگ کام کرنے والے
 وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے
 قدام کے اسباب کس سے جاؤں
 عس فادور غالب کس سے جاؤں
 جیسے جیسے درخت میں شبہ ہونے
 فیروزہ کی تسبیح کے ہیں یہ دانے



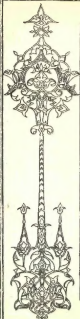
انتخاب کلام غالب

فرسِ محنت و بہادری کا تماشا دیکھ
لگے ٹکس فروش و خیال آئینہ ساز
ہجومِ ہنگر سے لڑنے والے لڑے سے
کوششِ نازک و جہاں آگینے گزار

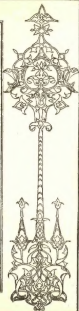
ہم خط کے تھے لیکن زخمِ دل پر رسمِ کرم
آفریں پرہیز میں تو آتشِ کیمی سے صبحِ جمال
شکوہ درد و دردِ داغ لئے بیو کا حضورِ ملک
غول جہان کے جہاں آئینہ ہے تیرِ خیال

تماشا کے نگہ کش آئینے جیون
ہمارا منہ ریت گنگار ہیں ہم
اسدِ مشکوہ کفر و دغا ناپاسی
کلامِ آئینے سے ناچار ہیں ہم

زلفِ خیالِ نازک و انوارِ جبینِ سرا
یارِ بے زبانِ شاد کیشِ گنگوہر



مکن نہیں کہ بھول کے بھی آئندہ ہوں
 نہیں مثبت فرم کر ہوئے متناہ و بعد ہوں
 ہوں درد مند جبر ہو یا اختیار ہو
 کہ بلا کشیدہ گر انگسب چشہ ہوں
 پیدا نہیں ہے پہل ننگ و تانہ بستہ
 ہاتھ سوچے آپ نہ بان پریدہ ہوں
 جاں لب و لہجہ تو بھی نہ شیریں کا کھن
 درجہ کہ تخی حسن چہرے چشہ ہوں
 نے شہر سے علاقے سے سافرت واسطہ
 میں مغرب شمال میں ست پریدہ ہوں
 ہوں خاکسار پر یکسی سے چہ جھکواگ
 نے دانا شکوہ ہوں غلام چشہ ہوں
 اہل حق کے عطف میں ہر چند ہوں اسیل
 پر عاصیوں کے غم میں نہیں بکریہ ہوں
 ہرگز کسی کمال میں نہیں ہے مری بہک
 یہی کلام غمزدہ نے نا شنوہ ہوں



ہیں مگر فی اللہ قصود سے خوش
 میں قدیب گلشن تا افسردہ ہیں
 میں چشم واکشاں و انگش نظر فریب
 لیکن بیٹ کہ چشم خود رشید دیدہ ہیں
 پانی سے ملک گزیدہ کس سے ملی ہے
 نورانیوں نے سے کبریاں مگر دیدہ ہیں

شکوہ و شکر کا ثمر ہم دیدہ کا
 عارفانگی غراب دل درم جا رہ
 دشت و دیکھی بے اثر اس قدر ہیں
 رشتہ و غم کو تالا نارسا ہے
 گاہ و غم دیدہ و درگاہ عجم ہم تاک
 گرچہ خدا کی پاؤں کھنت ہوا ہے
 آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 شوق کو منتقل ذکر تازہ کو انتہا ہے
 نے سرور پاک آرزو سے و درگاہ
 نے دل بہان حق تو ہم کو بھی آتشا ہے



میں ہوں شتاقی جفا مجھ پہ جفا اور سی
 تم ہو پیدا سے خوش اس سے ہوا اور سی
 تم ہو جنت پہ تمہیں بندہ خدا کی کیوں ہے
 تم خداوند ہی کھانا مسند اور سی
 کیوں نفروں میں ہفتی کو بلا لیں یا رب
 سیر کے واسطے تھری سی فضا اور سی

عرض ہر شک پر ہے فضا ہے نماز جنگ
 صبرا کہاں کہ دعوت دیر کرے کوئی

یا رب میں تو خواہوں ہی مت دکھاؤ
 یہ مشہر خیال کہ دنیا کیوں ہے

نہاں ہے کہ ہر تصور زیب خود شناسی میں
 کیاں تھا جس ہے تلال اور آئینہ دیا ہے

غیر لگ کہ نگہ چشم کو عکس جانے
 وہ جلوہ کہ کہ زمین و آسمان اور آنگہ جانے

